بیادِ امامِ اہلِ سنّت مجدّدِ ملّت اعلیٰ حضرت سیّدنا امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہ العزیز

سہ ماہی

افکارِ رضا

بمبئی

امام احمد رضا پر ایک الزام یہ ہے کہ وہ "بریلوی" فرقے کے بانی ہیں... اگر تاریخ کی روشنی میں دیکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ "بریلوی" کوئی فرقہ نہیں بلکہ سوادِ اعظم اہلِ سنّت کے مسلکِ قدیم کو عرفِ عام میں "بریلویت" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور یہ عرف بھی ہند و پاک میں محدود ہے۔ اصل میں امام احمد رضا اور اس مسلکِ قدیم کے مخالفین نے اس کو بریلویت کے نام سے یاد کیا ہے اور بقول ابو یحییٰ امام خان نوشہروی یہ نام علماءِ دیوبند کا دیا ہوا ہے۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ایم اے پی ایچ ڈی

تحریکِ فکرِ رضا ۱۶۷، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ بمبئی ۴۰۰۰۰۸

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

سہ ماہی **افکارِ رضا** بمبئی

زیر ادارت: محمد زبیر قادری

جلد ۲ مارچ ۱۹۹۶ء / شوال المکرم ۱۴۱۶ھ شمارہ ۳

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا۔

عشقِ رسول۔ اتحاد کی اساس

دورِ حاضرہ میں، ہماری بہت سی تنظیمیں اور ادارے اسلام و سنیت کے فروغ کے لئے مسلسل کوشاں ہیں ان کا طریقہ کار تو جداگانہ ہے لیکن نصب العین ایک ہی ہے یعنی مسلک اہل سنت کی ترویج و اشاعت۔ بلاشبہ ان میں چند اداروں اور شخصیتوں نے وہ بیش بہا خدمات انجام دی ہیں جو تاریخ میں سنہرے حرفوں سے لکھے جانے کے قابل ہے لیکن یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ ہمارے مابین تنظیم و اتحاد کا فقدان ہے جس سے ہماری تر کوششوں کے باوجود خاطر خواہ نتائج سامنے نہیں آرہے ہیں اور یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ترقی اور حصول مقصد میں کامیابی کا تعلق تنظیم سے وابستہ ہے۔ تنظیم کے بغیر کوئی ہمہ گیر کارنامہ بحسن و خوبی انجام دیا بھی نہیں جاسکتا۔ دوسری طرف باطل تحریکات اور جماعتوں کی غیر معمولی کامیابی کا راز ہی تنظیم ہے اور ہمارا تو یہ المیہ ہے کہ ہم نہ صرف الگ الگ ٹکڑوں میں بکھرے ہوئے ہیں بلکہ مسلکی ہم آہنگی کے باوجود ایک دوسرے کے کاموں میں تعاون نہیں کرتے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے امت مسلمہ کو متحد کرنے کے لئے جس پلیٹ فارم کا تصور پیش کیا وہ ہے "عشق رسول" یہی وہ مرکز اتحاد ہے جو ہمیں ایک جال کی مانند باہم جڑے رہنے میں معاون ثابت ہوگا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ ہمارے درمیان اتحاد کی اگر کوئی ٹھوس بنیاد ہے تو وہ عشق رسول ہے، ہماری سربلندی و ترقی کے لئے کوئی زینہ ہے تو وہ عشق رسول ہے۔ اور دنیا و آخرت میں ذلت و رسوائی سے نجات کا کوئی راستہ ہے تو وہ عشق رسول ہے۔ یہی وہ مرکز اتحاد ہے۔ جس کے قریب تر آؤ گے تو ایک دوسرے سے جڑتے چلے جاؤ گے اور اس سے دور ہوگے تو ہمارے اندر

اضطراب و اختلاف اور انتشار بڑھتا چلا جائے گا۔ آج موجودہ حالات اس کی تصدیق کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں اور ہمیں ان سے عبرت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔

یہ وقت کا اہم مطالبہ ہے اور مذہبی فریضہ بھی کہ ہمارے علماء کرام مشائخ عظام اور دانشوران قوم سبھی عشق رسول کی بنیاد پر متحد ہو کر اپنے سارے خاندانی و خانقاہی اختلافات بھول جائیں اور امام احمد رضا کی جلائی ہوئی عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی شمع کی روشنی میں اتحاد کے لیے عملی قدم اٹھائیں اور اجتماعی احساس کو بیدار کریں اور ایسا لائحہ عمل تیار کریں جو ہمارے درمیان اتحاد و تنظیم کے فروغ کے لیے فعال و نیک ثابت ہو۔ ہمیں بدمذہبوں، غیر مقلدوں اور وہابیوں سے اتحاد نہیں کرنا ہے بلکہ اپنے ہم عقیدہ افراد سے صرف اس لیے جڑے رہنا ہے تاکہ باطل قوتیں ہمارے انتشار سے فائدہ نہ اٹھا سکیں۔ اور ہمارا اتحاد طاغوتی طاقتوں کے لیے ایسی سیسہ پلائی ہوئی دیوار ثابت ہو کہ کسی بھی فرقہ، مذہب اور ازم کی جانب سے چلنے والی منہ زور آندھیاں سرپٹکتی رہ جائیں۔ مخالفین کے سیل رواں کے آگے بند باندھنا بہت آسان ہے بشرطیکہ ہم صحیح معنوں میں اہل سنت و "جماعت" ہو جائیں اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لیں اور ٹکڑے ٹکڑے نہ ہوں۔

سُنّی دعوت اسلامی کا سالانہ اجتماع

۲۳، ۲۴ دسمبر ۹۵ء کو بمبئی کے آزاد میدان یعنی وادیٔ نور میں سنی دعوت اسلامی کا سالانہ اجتماع انعقاد پذیر ہوا۔ یہ اجتماع عظیم الشان بھی تھا اور روح پرور بھی۔ جس میں ہندوستان کے کونے کونے سے لاکھوں عاشقان رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت کی۔ یہاں تک کہ بیرون ہند سے بھی قافلے شریک اجتماع ہوئے۔

تمام ٹرینیں، بسیں اور دیگر سواریاں یوں لگتا تھا جیسے صرف آزاد میدان (جو کہ وادی نور میں تبدیل ہو گیا تھا) کی جانب محو سفر ہوں۔ سارا شہر بمبئی اجتماع گاہ کی صورت میں تبدیل ہو گیا تھا۔ ہر طرف "سفید عمامے" لوگوں کو اسلام کے ابدی پیغام یعنی امن و آشتی کی دعوت دیتے نظر آرہے تھے۔

یہ لاکھوں کا سیل رواں امیر سنی دعوت اسلامی حضرت مولانا حافظ و قاری محمد شاکر نوری صاحب کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے جمع ہوا تھا۔ جنھوں نے چند ہی برسوں میں دین سے دور نوجوانوں کو آقا سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کا خوگر بنا دیا ہے مولانا شاکر نوری صاحب

نوجوانی میں ہی نہ صرف خود سنتوں کے عملی پیکر ہیں۔ بلکہ نوجوانوں کے لیے بھی مثالی نمونہ ہیں۔

اس اجتماع میں خصوصی طور پر شرکت کے لئے ہر سال مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب جنرل سیکریٹری ورلڈ اسلامک مشن برطانیہ سے تشریف لاتے ہیں۔ اس سال بھی موصوف رونق افروز ہوئے اور اپنے ہمراہ مبلغین کا ایک قافلہ بھی لائے۔ علامہ کے بیانات نوجوانوں کے ذہنوں سے اتر کر روحوں تک اثر انداز ہوتے ہیں۔ جو آگے چل کر فکری بیداری اور ذہن سازی کا کام انجام دیتے ہیں۔ حضرت علامہ کی تمام کوششیں ہیں کہ نوجوان بیدار ہو کر دنیا کے ساتھ ساتھ دین کی خدمت بھی انجام دیں۔ اور اس طرح کی تمام تنظیموں کو ان کی رہنمائی حاصل ہے۔ ایک ملاقات میں علامہ نے اس بات پر اظہار افسوس کیا کہ آج سے ۲۰، ۲۵ برس قبل میں اپنے ہم عمر لوگوں میں تقاریر کیا کرتا تھا۔ جن میں سے اکثر ساتھ چھوڑ گئے۔ اگر میں نوجوانوں کو اصلاح و ارشاد کی طرف راغب کرتا تو آج ماحول دوسرا ہوتا۔

برطانیہ سے آئے ہوئے ننھے مبلغ سعید عمران اشرفی نے اپنی میٹھی میٹھی باتوں سے ہر شخص کا دل موہ لیا۔ دوران اجتماع جناب محمد رضوان صاحب مبلغ سنی دعوت اسلامی نے اپنی پیاری آواز میں آقا سرور کائنات کی نعتوں سے شرکائے اجتماع کے دلوں کو نور سے معمور کر دیا۔ ایسے موقع پر ہمیشہ ایک شخص کی خدمات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے جو پس پردہ ساری باگ ڈور سنبھالے رہتی ہے۔ وہ ہیں جناب محمد عثمان زرودروالا صاحب' اجتماع کی تمام تر شان و شوکت جن کی کاوشوں کا نتیجہ ہے۔

یہ سنی اجتماع اہل سنت و جماعت کے لئے ایک نیک شگون ہے۔ اس طرح کم از کم سال میں ایک دفعہ سنی عوام ایک میدان میں جمع تو ہو جاتے ہیں۔ ہمیں سنی دعوت اسلامی سے توقع ہے کہ وہ مستقبل میں بھی اسی طرح اعلیٰ حضرت کے مشن یعنی عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے فروغ کے لیے کوشاں رہیں گی۔

مسلم اسٹوڈنٹس آرگنائزیشن کا دوروزہ کنونشن

کسی بھی قوم کے نوجوان قوم کا وہ عظیم سرمایہ ہیں جن سے قوم کا روشن مستقبل وابستہ ہے۔ ماضی کے مختلف ادوار میں قوم کے صالح اور ذی شعور نوجوانوں ہی نے وہ تاریخ ساز انقلاب برپا کیا کہ مسلم قوم کی مردہ رگوں میں ایمانی حرارت اور زندگی کی نئی لہر دوڑ گئی۔ ان کے بلند عزائم اور ایمانی

ولولوں نے طوفانوں کے رخ موڑ دیے اور پر آشوب دور میں ایمان کی وہ شمعیں روشن ہوئی کہ مشرق ومغرب اس کی روشنی سے جگمگا اٹھے۔

انتشار و اختلاف ظلمت و جہالت، قرآن و سنت کی تعلیمات سے دوری، اخلاقی بے راہ روی اور غیر اسلامی عقائد کی فراوانی کے اس تاریک دور میں "ایم۔ایس۔او آف انڈیا" مسلم نوجوان طلبہ کی ایک غیر سیاسی تنظیم معرض وجود میں آئی۔ جو چند سالوں سے ملک کے طول و عرض میں بالعموم یونیورسٹیز اور کالجز کے میدان میں بالخصوص مسلم نوجوان طلبہ کو صحیح اسلامی فکر سے روشناس کرانے کے لئے سرگرم عمل ہے۔

اسی مقصد عظیم کے تحت بمبئی کے داؤد فضل بھائی آڈیٹوریم میں ۱۳، ۱۴ جنوری ۹۸ء کو ایک دو روزہ کنونشن کا انعقاد کیا گیا۔ کنونشن کا موضوع تھا۔ "اسلام کی پیش رفت ۲۱ویں صدی کی طرف" مختلف موضوعات پر علماء کرام، دانشوران قوم اور مفکرین کی تقاریر ہوئیں۔ خاص مقررین میں پروفیسر علی اشرف صاحب (سابق وائس چانسلر جامعہ ملیہ یونیورسٹی)۔ جناب سید اشرف میاں برکاتی علامہ قمر الزماں اعظمی۔ جناب سعید نوری (رضا اکیڈمی)۔ مولانا وارث جمال قادری، حافظ عبد الحکیم (کیرالہ) وغیرہم کے علاوہ صدر تنظیم ڈاکٹر بلال الدین خان، سیکریٹری جنرل ابوبکر بن محمد نے بھی نوجوانوں اور عوام الناس میں فکری بیداری اور تعمیری ذہن پیدا کرنے کے لیے رہنمائی فراہم کی۔ ہمیں اس کنونشن سے دور رس نتائج کی توقع ہے۔ انشاء اللہ مستقبل کا نوجوان جب دنیاوی علوم کے ساتھ صحیح اسلامی فکر لے کر میدان عمل میں آئے گا تو ایک ایسا سماج وجود پذیر ہوگا۔ جو قوم کی تعمیر اور قیادت میں نمایاں رول ادا کرے گا، اور دنیا میں پھر سے مسلمانوں کا بول بالا ہوگا۔

زہے مستری و لیڈری و ایڈیٹری

مولانا ابو الکلام آزاد کا محاسبہ

بریلوی زاویہ نظر

از: ۔ ڈاکٹر سید جمال الدین (دہلی)

(بشکریہ: برطانوی راج میں مذہب اور سیاست ۔ بریلوی تناظر)

اے پسرو مشرکان بزمزم نرسی
کین رہ کہ تو میروی بہ گنگ و جمن است [1]

یہ ہے وہ طنز اور استہزا جس کا رخ بریلوی مکتب فکر کے بانی امام احمد رضا خاں نے مولانا ابو الکلام آزاد کی طرف کیا ہے ۔ پیش نظر مطالعہ میں اسی طنز اور استہزا کو تاریخی پس منظر میں سمجھنے کی کوشش کی گئی ہے ۔

مجدد مائۃ حاضرہ امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی اور امام الہند مولانا ابو الکلام آزاد ہندوستان کی تاریخ اسلام میں دو الگ الگ دھاروں سے جڑے ہوئے نظر آتے ہیں ۔ فاضل بریلوی مسلکِ اہل سنت پر استقامت کے ساتھ قائم، حنفی مذہب کے پابند اور سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ میں داخل بیعت اور اجازت و خلافت سے سرفراز تھے ۔ مولانا آزاد قدیم مسلک اہل سنت سے، جو انھیں موروثی طور پر ملا تھا، منحرف، تقلید سے برگشتہ، اپنے دور کے صوفیاء و مشائخ سے بیزار تھے ۔ وحدت دین مولانا آزاد کا پیغام تھا اور استقامت فی الدین فاضل بریلوی کا ۔ دونوں کی کامیابی کا معیار اگر ان کے پیروؤں کے اعداد و شمار پر کیا جائے تو فاضل بریلوی کامیاب قرار دئے جائیں گے ۔ مولانا آزاد تاریخ کا حصہ تو ضرور ہیں ۔ ان کی دینیات، ان کی سیاست، ان کی قومی تحریک کی رہنمائی علمی بحث کا موضوع رہتے ہیں ۔ جہاں ان سے اتفاق اور اختلاف کی گنجائشیں بھی ہیں ۔ ان کے عقیدت مند بھی ہیں، ان کی یاد تازہ رکھی رہ گئی ہے لیکن انھیں پیرو نہیں ملے ۔ جو ان کے فلسفہ کی تبلیغ، ان کے وحدت دین کے درس کی اشاعت کرتے ۔ اس کے برعکس فاضل بریلوی ایک مکتب فکر میں تبدیل ہو کر بقائے دوام پا گئے ہیں بلاشبہ ان کی شخصیت تنازعوں اور مناقشوں سے گھری ہوئی تھی ۔ انھوں نے اپنے مخالفین پر بڑھ بڑھ کر وار کئے اور ان کے قلم کے زد پر جو بھی آیا بری طرح گھائل ہوا ۔

وہ رضا کے نیزہ کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے

کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ وار وار سے پار ہے

بر صغیر میں نیشنلسٹ آزاد کو تغافل اور اہل سنت کے علم بردار احمد رضا کو بقائے دوام نصیب ہوا۔ اس بیان میں کوئی مبالغہ نہیں، بڑی صداقت ہے۔ ہند و پاک میں متعدد مدرسے اور جامعات کی فکری اساس بریلوی افکار پر ہے۔ خانقاہیں مرکز اہل سنت بریلی سے اپنی وابستگی پر فخر کرتی ہیں۔ قادریہ برکاتیہ سلسلہ کی شاخ بن کر سلسلۂ رضویہ بر صغیر کے گوشے گوشے میں پھیلا ہوا ہے، بہت سی مذہبی تنظیمیں، ادارے، مکتبے، مدارس و جامعات اور مساجد فاضل بریلوی کے نام سے موسوم ہیں، میلاد کی محفلوں میں ان کا نعتیہ کلام پڑھا جاتا ہے۔ ان کا مشہور سلام ہے۔ مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام، شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام کی صدا شہر شہر، قریہ قریہ بلند کی جاتی ہے۔ ان کے طرز فکر پر چلنے والے ائمہ اور خطیب اور مدرس مسجدوں اور جامعات میں اپنے فرائض منصبی انجام دے رہے ہیں۔ ان کے اردو ترجمۂ قرآن کنزالایمان کے متعدد ایڈیشن مختلف سائزوں پر اب تک منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان کے فتاویٰ (موسوم بہ فتاویٰ رضویہ) حنفی فقہ کے بہترین ترجمان تسلیم کئے گئے ہیں حتی کہ ان کے مخالفین بھی ان کے فتاویٰ سے استفادہ کرتے ہیں۔ ۱۹۸۹ء کے اواخر میں، ہم نے عام انتخابات کے موقع پر دیکھا کہ سیاسی جماعتیں بریلوی مراکز سے اپنے اپنے حق میں فتاویٰ اور مکتوبات حاصل کر رہی تھیں۔ ہاں، مولانا آزاد کے نام پر بھی اکیڈمیاں، کتب خانے، تعلیمی اور ثقافتی ادارے قائم ہوئے۔ لیکن کیا یہ ادارے اس طرز فکر کی حمایت یا تبلیغ و اشاعت کی طرف بھی مائل ہیں جو مولانا آزاد کا طرۂ امتیاز تھا؟ غالباً جواب نفی ہی میں ملے گا۔ امام الہند کا احترام کیا جاتا ہے ان کی پیروی یا تقلید نہیں کی جاتی۔

یہاں یہ سوال ذہن میں پیدا ہوتا ہے کہ امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں کو زندگی میں بھی اور بعد وفات بھی لاکھوں کی تعداد میں پیرو ملے۔ لیکن امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد کیوں تنہا رہ گئے۔ میری سمجھ میں جواب بہت مختصر ہے کہ فاضل بریلوی امام اہل سنت بن کر مخصوص ہوگئے۔ انھوں نے تقلید کے اصول پر سختی سے عمل کر کے مقلد بنا دیئے۔ مولانا آزاد امام الہند بن کر بر صغیر کی وسعتوں میں گم ہوگئے، تقلید سے انحراف کر کے انھوں نے اپنے نظریات کی تقلید کی بھی نفی کا راستہ دکھایا اور نتیجہ یہ کہ وہ مقلد نہیں بنا سکے۔ لیکن یہ نکتہ کسی قدر مفصل بیان ہو جائے تو اس طنز اور استہزا کو سمجھنے میں کافی مدد ملے گی جس کا ذکر اس مقالے کی ابتدا میں کیا گیا۔

امام الہند اور امام اہل سنت دونوں کی جڑیں شاہ ولی اللہ دہلوی اور شاہ عبدالعزیز دہلوی کے مکتب فکر میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ امام الہند کے والد مولانا خیر الدین کی تعلیم و تربیت ان کے نانا مولانا منور الدین کے سایۂ شفقت میں ہوئی تھی۔ خود مولانا منور الدین، شاہ عبدالعزیز کے حلقۂ درس میں شامل رہے تھے۔ امام اہل سنت کے پیر و مرشد سید شاہ آلِ رسول بھی شاہ عبدالعزیز کے تلمیذ تھے۔ لیکن آگے چل کر ایسا ہوتا ہے کہ مولانا آزاد اپنے بزرگوں کے توسط سے چلی آرہی شاہ عبدالعزیز دہلوی کی روایت سے ہٹ گئے تھے۔ مولانا آزاد کی رائے تھی کہ شاہ عبدالعزیز ہی بعض معاملات اور طریقوں میں اپنے والد شاہ ولی اللہ کے طریقے پر نہیں تھے۔ عشرے کی شب ان کے والد جو ذکر شہادت کی مجلس منعقد کرتے تھے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا آزاد لکھتے ہیں۔

"علی الخصوص عشرے کی شب کو ذکر شہادت پر جو بیان ہوتا تھا وہ نہایت عجیب ہوتا تھا۔ ہم نے خود دیکھا ہے کہ ان کے سادہ بیان میں جس قدر گریہ و بکا ہوتی تھی اتنی لکھنؤ کی بڑی بڑی مجالس عزا کو بھی نصیب نہیں ہو سکتی تھی۔

علماء کو ان طریقوں سے اتفاق نہ تھا، وہ مثل دیگر مجلسی تعینات کے اس اختصاص کو بھی بدعت قرار دیتے تھے اور اس طرح کے غلو کو ایک طرح مخفی تشیع سے تعبیر کرتے تھے، جو علمائے اہل سنت میں بھی غیر محسوس طور پر پھیل گیا ہے مگر والد مرحوم اپنے طریقے پر بہت مصر تھے۔ ان ہی کے بیان سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ اہل سنت میں اس طرح سے ذکر شہادت کا بیان کرنا، شاہ عبدالعزیز نے شروع کیا تھا اور یہ بھی منجملہ ان رسمی معاملات کے ہے، جن کو وقت و عصر سے متاثر ہو کر شاہ صاحب نے اختیار کر لیا تھا، حالانکہ ان کے والد بزرگوار کا مسلک ان چیزوں کا متحمل نہ ہو سکتا تھا"

اس عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا آزاد شاہ ولی اللہ کے مسلک اور شاہ عبدالعزیز کے طریقوں میں فرق پاتے تھے اور موخر الذکر کے طریقوں کی طرف خود بھی مائل نہ تھے۔ یہ بھی ایک عجیب بات ہے کہ ولی اللہ مکتب فکر سے کئی ایسے سلسلے چلے جو ایک دوسرے کی ضد تھے۔ اور جن کے درمیان مباحث اور مناقشات کا سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ ایسے تین سلسلوں کا ذکر مولانا سید سلیمان ندوی نے حیات شبلی میں کیا ہے، ان میں سے ایک سلسلہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی بانی دار العلوم دیو بند پر مشتمل ہے۔ اس سلسلے میں رد بدعت اور توحید خالص کے جذبہ کے

ساتھ حنفیت کی تقلید کا رنگ نمایاں رہا۔ ایک اور سلسلہ مولانا سید نذیر حسین دہلوی سے چلا۔ اس سلسلہ میں توحید کا خالص اور رد بدعت کے ساتھ فقہ حنفی کی تقلید کے بجائے براہ راست کتب حدیث سے بقدر فہم استفادہ اور اس کے مطابق عمل کا جذبہ نمایاں رہا اور یہ سلسلہ اہل حدیث کے نام سے مشہور ہوا۔ تیسرے سلسلہ کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ "یہ وہ تھا جو شدت کے ساتھ اپنی پرانی روش پر قائم رہا اور اپنے کو اہل السنۃ کہتا رہا۔ اس گروہ کے پیشوا زیادہ تر بریلی اور بدایوں کے علماء تھے۔"[9] اس تیسرے سلسلہ کے علماء شاہ عبدالعزیز سے اپنی وابستگی کو برقرار رکھا کیوں کہ علمائے بریلی اور علمائے بدایوں کو یہ تعلق اور نسبت اپنے مشائخ مارہرہ سے ملی تھی۔

شاہ ولی اللّٰہی مکتب فکر میں سب سے پہلا نفاق یا رخنہ اُس وقت پیش آیا جب شاہ ولی اللہ کے پوتے اور شاہ عبدالعزیز کے بھتیجے شاہ اسمٰعیل دہلوی نے محمد بن عبدالوہاب نجدی کی کتاب "التوحید" کو اردو زبان میں "تقویۃ الایمان" کے نام سے ۱۲۴۸ھ میں شائع کیا۔ اس سے پہلے ہندوستان میں مسلمانوں کے دو ہی اہم طبقے تھے اہل سنت و جماعت اور شیعہ۔ تقویۃ الایمان کی اشاعت سے علمائے اہل سنت کے حلقوں میں ہل چل پڑ گئی۔ ایک بریلوی عالم اس کتاب کے ظہور سے پیدا ہونے والے حالات پر یوں تبصرہ کرتے ہیں۔ "اس کتاب سے مذہبی آزادی کا دور شروع ہوا۔ کوئی غیر مقلد ہوا، کوئی وہابی بنا، کوئی اہل حدیث کہلایا۔ کسی نے اپنے کو سلفی کہا۔ ائمہ مجتہدین کی جو منزلت اور احترام دل میں تھا وہ ختم ہوا۔ معمولی نوشت و خواند کے افراد امام بننے لگے اور افسوس اس بات کا ہے کہ توحید کی حفاظت کے نام پر بارگاہ نبوت کی تعظیم و احترام میں تقصیرات کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔"[10]

مولانا آزاد نے بھی اُن مسائل کا ذکر کیا ہے جو تقویۃ الایمان کی اشاعت کے بعد علمائے مخالفین کے درمیان زیر بحث رہے۔ جیسے "امتناع نظیر خاتم النبیین، حقیقت بدعت، شہداء و قبور و اموات سے استغاثہ و استمداد، رفع الیدین، حقیقت شرک، توسل الیٰ غیر اللہ، ما اہل لغیر اللہ میں تسمیہ کا اعتبار عند الذبح یا اہلال؟"[11] مولانا آزاد کے والد کے نانا مولانا منور الدین نے ان بحثوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ مولانا آزاد کے الفاظ میں[12] شاہ اسمٰعیل کے رد میں "سب سے زیادہ سرگرمی بلکہ سربراہی مولانا منور الدین نے دکھائی۔" "نہ صرف یہ کہ انھوں نے رد میں متعدد کتابیں لکھیں بلکہ ۱۲۴۸ھ میں مشہور مباحثۂ جامع مسجد بھی منعقد کیا۔ تمام علمائے ہند سے فتویٰ مرتب کروایا اور حرمین سے بھی فتویٰ منگوایا۔[13] اس مسئلے میں علامہ فضل حق خیرآبادی، شاہ فضل رسول بدایونی اور مولانا خیرالدین

بھی پیش پیش تھے اور ان کا بھی وہی موقف تھا جو مولانا منور الدین کا تھا۔ تقویۃ الایمان کے بطن سے جو مسائل پیدا ہوئے ان میں اہم ترین مسئلہ امکان کذب باری تعالیٰ و مسئلہ امکان نظیر خاتم النبیین تھے۔ لیکن ان مسائل کی وجہ سے مباحثوں اور مناقشوں کا جو سلسلہ چلا وہ تیرہویں صدی ہجری کے اواخر تک علماء ہی تک محدود رہا۔ (مولانا احمد حسن کانپوری متوفی ۱۳۲۲ھ) مولانا مفتی عبد اللہ ٹونکی نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کے رد میں رسالے لکھے۔ فاضل بریلوی نے بھی رد میں رسالہ لکھا جس کا عنوان تھا "سبحٰن السبوح عن عیب کذب مقبوح"۔

چودھویں صدی ہجری میں بھی ان مسائل کو لے کر جو شاہ اسمٰعیل دہلوی نے چھیڑ دیے تھے مباحث جاری رہے۔ علماء دیو بند نے شاہ اسمٰعیل کے عقائد کی تبلیغ و اشاعت کا سلسلہ شروع کیا اور اپنی تحریروں میں بعض ایسی عبارتیں شامل کر دیں جو عقائد اہل سنت کے خلاف تھیں۔ حالانکہ دار العلوم دیو بند کی اساس میں حنفی مذہب کے ساتھ شعار وفاداری کی روایت شامل تھی لیکن بالخصوص تصورِ رسالت کو لے کر فاضل بریلوی نے دیو بند کے ان علماء کا تعاقب کیا جن پر ان کا الزام تھا کہ وہ اہانتِ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مرتکب ہیں۔ انھوں نے اصرار کیا کہ علمائے دیو بند توبہ اور رجوع کریں۔ جب اس میں کامیابی نہیں ہوئی تو انھوں نے ان کی تکفیر کی۔ دیو بندی علماء امتِ رسول اللہ سے خارج قرار دیے گئے اور وہ اور ان کے پیرو نجدی یا وہابی کہلائے جانے لگے کیونکہ ان کے عقائد و افکار کا ماخذ شاہ اسمٰعیل دہلوی کے توسط سے دراصل محمد بن عبد الوہاب نجدی تھے۔ نجدیوں وہابیوں کو جہنم کا مستحق قرار دیا گیا۔ فاضل بریلوی نے اپنے نعتیہ کلام میں بھی ایسے ہی شدید جذبات کا اظہار کیا۔

ذکر روکے فضل کاٹے نقص کا جویاں رہے
پھر کہے مردک کہ ہوں امت رسول اللہ کی

تجھ سے اور جنت سے کیا مطلب وہابی دور ہو
ہم رسول اللہ کے جنت رسول اللہ کی

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے

تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

فاضل بریلوی نے چونکہ اہل سنت و جماعت کے قدیم مذہب سے ذرّہ برابر بھی انحراف نہیں کیا اسی لئے ان کا اصرار تھا کہ در حقیقت وہی سنی ہیں۔ اس طرح سنّی اور وہابی کی اصطلاحیں عام ہو گئیں۔ بریلی کی نسبت سے مخالفین نے سنّیوں کو بریلوی کہنا شروع کر دیا۔ لیکن بریلیوں نے اپنے کو ناجی قرار دیا۔

وہ فرقہ ہے ناجی یہ اہلِ جماعت | کہ جن کا ہے مسلک کتاب اور سنّت
محمد کی جن پر ہے بے حد عنایت | بڑی جن کی دربارِ حق میں ہے عزّت
ہمیشہ یہ دیں پر ہی قائم رہیں گے | کسی کے نہ بہکانے سے یہ ڈگیں گے

فاضل بریلوی متمول زمیندار خاندان کے فرد تھے۔ اسی لئے خود اپنے خاص صرفے سے انھوں نے بریلی کو اہل سنت کے مرکز میں تبدیل کر دیا۔ ایک دار العلوم کی بنیاد ڈالی۔ دار الافتاء قائم کیا۔ علمائے دیوبند اور دوسرے مخالف علماء نے جس طرح خانقاہی نظام پر حملے کیئے اس سے خانقاہوں کو بہت دھکا پہنچا تھا شاید اسی لئے مختلف خانقاہوں کے صاحبزدگان اور پیرزادگان امام اہل سنت کے حلقہ بگوش ہو رہے تھے۔ خانقاہی نظام کو جو قوت اور توانائی امام اہل سنت سے حاصل ہوئی اس کا اعتراف ایک صوفی خانوادہ کے شیخ طریقت خواجہ حسن نظامی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"ان کے مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ مولانا احمد رضا خاں کی تحریروں میں سختی بہت ہے اور بہت جلدی دوسروں پر کفر کا فتویٰ لگا دیتے ہیں۔ مگر شاید ان لوگوں نے اسمٰعیل شہید اور ان کے حواریوں کی دل آزار کتابیں نہیں پڑھیں جن کو سالہا سال صوفیائے کرام برداشت کرتے رہے۔ ان کتابوں میں جیسی سخت کلامی برتی گئی ہے اس کے مقابلے میں جہاں تک میرا خیال ہے مولانا احمد رضا خاں صاحب نے اب تک بہت کم لکھا ہے۔ جماعت صوفیہ علمی حیثیت سے موصوف کو اپنا بہادر، صف شکن سیف اللہ سمجھتی ہے اور انصاف یہ ہے کہ بالکل جائز سمجھتی ہے۔" [۱۲]

اہل سنت و جماعت کے قدیم مذہب کی پیروی اور خانقاہی نظام سے وابستگی کے باعث امام اہل سنت کا حلقہ اثر بہت وسیع ہو گیا تھا۔

فاضل بریلوی کی طرح مولانا آزاد بھی سنی حنفی خانوادہ سے وابستہ تھے اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ ان کے والد کے نانا مولانا منور الدین نے شاہ اسمٰعیل دہلوی کے عقائد کے رد میں نمایاں رول انجام دیا۔

مولانا آزاد کے والد مولانا خیر الدین بھی وہابیوں کے شدید مخالف تھے۔ اس کی تفصیل مولانا آزاد ہی کے الفاظ میں نقل کرنا مناسب ہوگا۔

"ابتدا ہی سے ان کی (مولانا آزاد کے والد کی) طبیعت میں وہابیوں کے متعلق سخت تعصب قائم ہو گیا تھا اور یہ آخر تک بڑھتا ہی گیا۔ اس بارے میں ان کی طبیعت کا کچھ عجیب حال تھا۔ ہر طرح کی رسوم، ہر طرح کی بدعات، جو سخت سے سخت آخری درجے کی کہی جا سکتی ہیں ان سب کی وہ توجیہیں کرتے تھے اور کسی کو بھی قابل رد اور قابل اعتراض نہ قرار دیتے تھے۔ اور اگر کوئی ذرا سا بھی ان پر اعتراض کرے تو اس کو وہابیوں کی طرف منسوب کر دیتے تھے بعد کو میں نے دیکھا تو اس بارے میں مقلدین حنفیہ کے جو مختلف حلقے نظر آتے ہیں، ان میں سب سے زیادہ تنگ حلقہ ان کے مشرب کا تھا اور ہندوستان کے گذشتہ علماء میں صرف مولوی فضل رسول بدایونی، جنھوں نے تقویۃ الایمان کے رد میں سوط الرحمن لکھی ہے۔ ٹھیک اسی رنگ پر تھے۔ جو اس بارے میں والد مرحوم کا تھا۔ ان کے علاوہ ہندوستان کا کوئی سخت سے سخت حنفی عالم بھی ان کے معیار حنفیت پر نہیں اتر سکتا تھا۔"

مولانا خیر الدین کی کسی کو حنفی پرکھنے کی کسوٹی بہت سخت تھی۔ مولانا آزاد کا بیان ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بھی اس کسوٹی پر نہیں اترے۔ لکھتے ہیں:-

"غالباً ۱۹۰۱ء کی بات ہے کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی ان سے ملنے کے لئے کلکتہ آئے جن سے ان کے برابر تعلقات رہے تھے اور بارہا ہم لوگوں سے کہا تھا کہ یہ شخص بلاشبہ صحیح الاعتقاد ہے لیکن بد قسمتی سے وہ اپنے ساتھ بعض اپنی تصانیف لائے اور چونکہ شیخ احمد دحلان، والد کے خاص دوست تھے اس لئے انھوں نے خاص طور پر اپنا ایک رسالہ دیا جو ان کے رد میں لکھا اور اس میں عدم ایمان ابوین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ایمان ابو طالب پر زور دیا تھا۔ چنانچہ اس پر کچھ دیر تک والد نے ان کا ایسا تعاقب کیا کہ آخر وہ ہکابکا رہ گئے اور خاموش چلے گئے۔ جانے کے بعد ہم سے کہا کہ اس شخص کے عقیدے میں بھی فتور ہے۔"

مجھے مولانا آزاد کے اس بیان کو بعینہ تسلیم کرنے میں کچھ تامل ہے کیونکہ انھوں نے دو ایسے علماء بدایوں کا بھی ذکر کیا ہے کہ جن سے ان کے والد کو خاص تعلق تھا اور جنھیں وہ اپنا ہم عقیدہ تصور کرتے تھے۔ یعنی مولانا فضل رسول اور ملا عبد القادر۔ فاضل بریلوی کی طرح یہ دونوں بدایونی علماء بھی خانقاہ برکاتیہ مارہرہ کے متوسلین میں سے تھے۔ اور اس طرح برکاتی نسبت ان میں قدر

مشترک تھی۔ علاوہ ازیں مولانا آزاد کا یہ بیان پڑھنے کے بعد کہ ان کے والد "علمائے حال میں مولانا عبدالقادر بدایونی کی تعریف کرتے تھے اور ان کی حنفیت پر معترض نہ تھے"[17] پچھلے بیان کو تسلیم کرنے میں پس و پیش ہوتا ہے۔ کیونکہ انہی مولانا عبدالقادر بدایونی کے صاحبزادہ مولانا عبدالمقتدر بدایونی ہیں جنھوں نے ۱۹۰۰ء میں پٹنہ کے ایک عام جلسہ فاضل بریلوی کو "مجدد مائتہ حاضرہ" کا لقب دیا تھا ظاہر ہے مولانا عبدالمقتدر کو فاضل بریلوی کی حنفیت پر پورا اعتماد رہا ہوگا۔

مولانا آزاد کو اپنے خاندانی ماحول میں وہابیوں سے شدید نفرت ورثہ میں ملی تھی جسے بعد میں انھوں نے ترک کر دیا لیکن اس نفرت کی کیا نوعیت تھی اس کا نقل کرنا بے محل نہ ہوگا۔ لکھتے ہیں۔

"...... مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ بچپن میں میرا تخیل یہ تھا کہ وہابی کوئی خاص طرح کا ایک بڑا ہی مکروہ اور قابل نفرت مخلوق ہے۔"[18]

"..جب ذرا اور بڑے ہوئے تو والد مرحوم کے وعظ اور گھر کی باتوں کو بھی خوب سمجھنے لگے۔ ہمیشہ وہابیوں کے عقائد کا رد رہتا تھا--- رد ایسے الفاظ پر مشتمل ہوتا تھا جس کے صاف معنی ان پر تلعن اور ان کی تکفیر کے تھے۔۔ ہم نے سیکڑوں مرتبہ والد مرحوم سے سنا کہ ان کا کفر، یہود و نصاریٰ کے کفر سے بھی اشد ہے۔"[18]

"بہر حال بچپن میں جو تعریف وہابیت کی ہمارے دل پر نقش ہو گئی تھی وہ یہی تھی۔ وہابیوں کا دشمن اسلام ہونا، خاصتاً آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ان کا بغض، آنحضرت کی تحقیر، اولیا اللہ سے دشمنی، تمام عقائد اسلامیہ سے انکار، اور اس طرح کی صدہا باتیں تھیں جو بطور یقینیات کے کہی جاتی تھیں ------ یہ بات کہ وہابی، رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منکر ہیں، ایک ایسا مسلم واقعہ تھا جو بلا کسی تمہید و استدلال کے، ہمیشہ بولا جاتا تھا۔"[19]

"ہمیں اس وقت یقین تھا کہ وہابی ان لوگوں کو کہتے ہیں جو اول تو نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی فضلیت کے قائل ہی نہیں، اگر قائل ہیں بھی، تو صرف اتنے جیسے چھوٹے بھائی کے لئے بڑا بھائی۔ معجزات کے بھی منکر ہیں۔ ختم نبوت کے بھی قائل نہیں۔ آنحضرت سے تو ان کو ایک خاص بغض ہے جہاں کوئی بات ان کی فضلیت و منقبت کی آئی اور انھیں مرچیں لگیں۔ مجلس میلاد کے اس لئے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت کے فضائل بیان کیے جاتے ہیں۔ قیام کے لئے اس لئے منکر ہیں کہ اس میں آنحضرت کی تعظیم ہے۔ درود پڑھنے کو بھی برا جانتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یا رسول اللہ مت کہو، کیونکہ

رسول اللہ کی یاد انھیں کیوں پسند آنے لگی ۔ جہاں کوئی بات رسول کی فضلیت، اولیا اللہ کی منقبت، بزرگان دین کی کہی جائے یا کی جائے، فوراً اسے شرک و بدعت کہہ دیتے ۔ اس لئے کہ انھیں ان سب سے بغض و کینہ ہے اور ان کی توہین و تذلیل ان کو خوش آتی ہے ۔ بحیثیت مجموعی وہابیوں کے بد ترین خلائق ہونے، کافر ہونے، کافروں میں بھی بدترین قسم کے کافر ہونے میں کسی ردوکد کی ضرورت نہیں سمجھی جاتی تھی ۔

مولانا آزاد نے اس طرح کے خاندانی ماحول میں پرورش پائی تھی ۔ یہ ماحول لازمی طور پر ان کے والد اور والد کے نانا منور الدین کا بنایا ہوا تھا اور اس میں فاضل بریلوی کا کوئی دخل نہیں تھا جو مولانا آزاد کے مطابق ان کے والد کی حنفیت کی کسوٹی پر پوری طرح نہیں اترے تھے ۔ لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ فاضل بریلوی کی نظروں میں بھی وہابیوں کی ایسی ہی تصویر تھی جیسی کہ مولانا آزاد کو ان کے خاندان میں دکھائی جاتی تھی ۔ حدائق بخشش میں ایسے متعدد اشعار ملیں گے جنھیں یکجا کر دیا جائے تو ان سے بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہابیوں پر کیسی کیسی چوٹیں کی جاتی تھیں ۔ چند مثالیں پیش ہیں

آج لے ان کی پناہ آج مدد مانگ ان سے
پھر نہ مانیں گے قیامت میں اگر مان گیا
اف رے منکر یہ بڑھا جوش تعصب آخر
بھیڑ میں ہاتھ سے کم بخت کے ایمان گیا

وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا
ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ کی
سورج الٹے پاؤں پلٹے چاند اشارے سے ہو چاک
اندھے نجدی دیکھ لے قدرت رسول اللہ کی
نجدی اس نے تجھ کو مہلت دی کہ اس عالم میں ہے
کافر و مرتد پہ بھی رحمت رسول اللہ کی

ترا کھائیں تیرے غلاموں سے الجھیں

ہیں منکر عجب کھانے غرانے والے

رہے گا یوں ہی ان کا چرچا رہے گا

پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ

مرے چشمِ عالم سے چھپ جانے والے

مثلِ فارس زلزلے ہوں نجد میں

ذکر آیاتِ ولادت کیجئے

غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل

یارسول اللہ کی کثرت کیجئے

شرک ٹھہرے جس میں تعظیمِ حبیب

اس بُرے مذہب پہ لعنت کیجئے

ظالمو، محبوب کا حق تھا یہی

عشق کے بدلے عداوت کیجئے

بیٹھتے بیٹھتے حضور پاک سے

التجا و استعانت کیجئے

یارسول اللہ دہائی آپ کی

گوشمالِ اہلِ بدعت کیجئے

بیٹھتے اٹھتے مدد کے واسطے

یارسول اللہ کہا پھر تجھ کو کیا

نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی

یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا

مگر خدا پہ جو دھبہ دروغ کا تھوپا

یہ کس لعین کی غلامی کا داغ لے کے چلے

وقوعِ کذب کے معنی درست اور قدوس

ہنیے کی پھوٹے عجب سبز باغ لے کے چلے

جہاں میں کوئی بھی کافر سا کافر ایسا ہے

کہ اپنے رب پہ سفاہت کا داغ لے کے چلے

سنت و جماعت سے منحرف وہابیوں کی طرف سے مولانا آزاد کے دل میں تو ہمدردی پیدا ہو گئی اور بچپن میں جو ان کے ذہن پر نقش بنا تھا وہ دھل گیا لیکن فاضل بریلوی کی تمام زندگی کا مشن ہی یہ بن گیا تھا کہ وہ وہابیوں کا رد کریں ۔ انھیں عقائد اہل سنت کا دفاع کرنا تھا اور اہل سنت و جماعت کو ایک مرکز پر رکھنا تھا۔ مولانا آزاد اپنے آبائی مذہب سے جو تقلید کے اصول پر مبنی تھا ہٹ چکے تھے ۔ بریلوی، مولانا آزاد کو اہل سنت و جماعت یا علمائے اہل سنت میں کیسے شمار کر سکتے تھے جب کہ خود مولانا اپنا ایک علیحدہ راستہ منتخب کر چکے تھے ۔ وہ معتزلہ ۔ ابن تیمیہ ، ابن خلدون شاہ اسماعیل دہلوی، سرسید احمد خاں، علامہ شبلی نعمانی غرض ہر اس فکر اور مفکر کی طرف میلان اور خوش عقیدگی رکھتے تھے جنھیں بریلوی اہل سنت کے حلقے سے خارج سمجھتے تھے۔ یہی وجوہات رہی ہوں گی کہ علمائے اہل سنت یا بریلوی علماء نے انھیں 'مسٹر آزاد' کا لقب دیا۔ جسے امام الہند ہونے کا دعویٰ ہو وہ اس لقب میں پوشیدہ طنز و استہزاء کو بخوبی سمجھ سکتا تھا۔

بریلیوں نے دیکھا کہ مسٹر آزاد سیاست میں بھی عمل دخل رکھتے ہیں اور حالانکہ ملکی سیاست فاضل بریلوی کے دائرہ عمل میں شامل نہیں تھی لیکن وہ اُس صورت میں خاموش نہیں رہ سکتے تھے ۔ جب سیاست کو مذہب سے جوڑا اور اس مقصد سے مذہب کی توضیح و تشریح کے لئے غیر رسمی طریقہ اختیار کیا جا رہا ہو ۔ جنگِ آزادی کی تاریخ کے دو مرحلے ایسے ہیں جب بریلیوں نے بھی ملکی سیاست میں سرگرمی سے حصہ لیا۔ ایک تو خلافت اور ترک موالات کی تحریکوں کے موقع پر اور دوسرے قیام پاکستان کے مطالبہ کو لے کر دونوں ہی بار سیاست اور مذہب ایک دوسرے میں گتھے ہوئے تھے ۔ دس سال قبل میں نے جامعہ ہی میں ایک سیمینار میں مقالہ پیش کیا تھا جس کا عنوان تھا " دی بریلویز اینڈ دی خلافت موومنٹ " جو بعد ازاں مشیر الحسن کی مرتب کی ہوئی کتاب کمیونل اینڈ پین اسلامک ٹرینڈس ۸
ان کالونیل انڈیا (مطبوعہ دہلی ۱۹۸۱ء) میں شائع ہوا ۔ اس موضوع پر دس سال کے وقفہ کے بعد بھی

میں کچھ اضافہ نہیں کر سکتا البتہ خلافت تحریک کے تعلق سے فاضل بریلوی اور مولانا آزاد کے درمیان جو صف آرائی ہوئی اس کے بعض پہلوؤں کی طرف اشارہ کر سکتا ہوں۔ اس طرح اس موضوع پر ایک مرتبہ پھر اس بریلوی لٹریچر کو پیش کر سکوں گا جو شائع شدہ ہونے کے باوجود ہمارے مورخین کی نگاہ میں نہیں آیا ہے۔

خلافت اور ترک موالات کی تحریکوں سے متعلق بریلوی لٹریچر کے سلسلے میں اس طرف خاص توجہ دلانا چاہوں گا کہ نظریۂ پاکستان، کی اشاعت میں اس لٹریچر سے بھی مدد لی گئی ہے۔ اس مقالے کی تیاری کے سلسلے میں جو پاکستان میں شائع لٹریچر میرے پیش نظر رہا اور جو ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے وہ حسب ذیل ہے:۔

۱۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش، مکتبہ رضویہ، لاہور، ۱۹۸۰ء۔

۲۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات، پروفیسر محمد مسعود احمد، رضا پبلی کیشنز، لاہور، ۱۹۷۱ء۔

۳۔ اکرام امام احمد رضا، تصنیف مفتی برہان الحق جبلپوری، ترتیب و تحشیہ، پروفیسر محمد مسعود احمد مرکزی مجلس رضا، لاہور۔ ۱۹۸۱ء۔

۴۔ دو اہم فتوے، امام احمد رضا بریلوی اور مولوی اشرف علی تھانوی، ناشر حافظ محمد خاں، متعلم جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور، ۱۹۷۷ء۔

۵۔ اندھیرے سے اجالے، محمد عبد الحکیم شرف قادری، مرکزی مجلس رضا، لاہور، ۱۹۸۵ء۔

۶۔ الطاری الداری لهفوات عبد الباری (تین حصے) مولفہ محمد مصطفےٰ رضا خاں، اشاعت نو انجمن ارشاد المسلمین، لاہور، ۱۹۸۳ء۔

۷۔ دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، خواجہ رضا حیدر اور حاجی احمد مجاہد کراچی، ۱۹۸۲ء۔

۸۔ حیات مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ پروفیسر مسعود احمد، اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ، ۱۹۸۱ء۔

۹۔ اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، مولفہ۔ مقبول جہانگیر، بزم اعلیٰ حضرت، کراچی، ۱۹۸۱ء۔

۱۰۔ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر مسعود احمد، لاہور، اگست ۱۹۸۷ء۔

پاکستان میں مذکورہ بالا اشاعتوں کے ذریعہ ان کے ناشر اور مرتب یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں کہ فاضل بریلوی نے متحدہ قومیت کے تصور کو تسلیم نہ کر کے، دو قومی نظریہ کی بنیاد ڈالی

اور اس عمل میں وہ علامہ اقبال اور محمد علی جناح سے سبقت لے گئے۔ فاضل بریلوی اور ترک موالات (مؤلفہ پروفیسر محمد مسعود احمد) میں "عرض حال" کے عنوان سے عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری مظہری نے اس ضمن میں جو استدلال پیش کیا ہے وہ قابل غور ہے:

"اسلام کو ہندومت میں مدغم کرنے کی تحریک کا منحوس سہرا، مغل بادشاہ جلال الدین اکبر کے سر ہے۔ اس دور میں جب اس منصوبے نے زور پکڑا تو امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے خلاف جہاد کیا اور دوسری طرف خاتم المحققین شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اسلامی تعلیمات کو منضبط کرنے کی بے مثال خدمت انجام دی تاکہ مسلمان اپنے برحق دین کی تعلیمات سے واقف ہو کر "فتنۂ دین الٰہی" سے محفوظ و مامون رہ سکیں۔

چودھویں صدی (ہجری) کے اوائل میں انگریزی اقتدار کے زیر اثر اس تحریک نے پھر زور پکڑا تو مسلمانوں کے کتنے ہی لیڈر اور علماء اس سازش کے سیلاب میں بہنے لگے اور اپنے ساتھ سادہ لوح مسلم عوام کو بھی بہا لے گئے۔ مولانا محمد علی جوہر، علامہ اقبال اور جناب محمد علی جناح جیسے بیدار مغز مشاہیر بھی اس وقت ہندو مسلم اتحاد کے علم بردار تھے۔

لیڈر حضرات جو اس اتحاد پر زور دیتے تھے ان کی آواز پر تو مسلمانوں نے کان نہ دھرے لیکن اس سازش کی جڑیں اس وقت مضبوط ہو گئیں جب بہت سے علماء اس نظریہ کے قائل بلکہ مبلغ بن کر گاندھی کو اپنا امام بنا بیٹھے۔ نوبت بایں جا رسید کہ ایک مشہور عالم (مولانا عبدالباری فرنگی محلی) نے یہاں تک کہہ دیا۔ ؎

عمرے کہ بآیات و احادیث گزشت
رفتی و نثار بت پرستی کردی

اس پرفتن عہد میں جب اکبری دور کی فتنہ سامانیوں کی تجدید ہونے لگی تو شیخ احمد سرہندی اور محقق دہلوی رحمہما اللہ کی طرح جس مرد حق آگاہ نے اس ناپاک منصوبے کے خلاف علم جہاد بلند کیا وہ امام احمد رضا خان بریلوی تھے۔ مرکز دائرہ علوم ہونے کے ساتھ ساتھ وہ سیاسی سوجھ بوجھ کے لحاظ سے بھی مسیحائے قوم اور ناخدائے کشتیٔ ملت ثابت ہوئے انھوں نے "دو قومی نظریہ" کو قرآن و حدیث کی روشنی میں خواص و عوام کے سامنے پیش کرتے ہوئے اس اتحاد کے خلاف عملی اور قلمی دونوں طرح جہاد کیا۔۔۔

-----اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو "دو قومی نظریہ" کہ اس دور میں اولین علمبردار فاضل بریلوی ہی تھے۔"[۲۰]

فاضل بریلوی کا انتقال ۱۹۲۱ء میں ہوا۔ "دو قومی نظریہ" جو تحریک پاکستان کی اساس بنا تاریخی اعتبار سے اس کے کہیں بعد کا ہے لیکن پاکستان میں اس طرح کی تحریر کی اشاعت کی کئی وجوہات ہیں۔ ایک وجہ تو جیسا کہ اوپر بتایا گیا یہ کہ اس سے 'نظریہ پاکستان' کو استحکام ملتا ہے۔ دوسرے یہ کہ حالانکہ تحریک پاکستان میں فاضل بریلوی کے تلامذہ اور خلفاء نے صدر الافاضل مولوی سید نعیم الدین کے قیادت میں نمایاں خدمات انجام دی تھیں تاہم قیام پاکستان کے بعد ان کی خدمات کو فراموش کر دیا گیا۔ تاریخ نگاروں نے بھی طبقاتی تعصب کا اظہار کیا بریلوی علماء کا ذکر پاکستان کے قیام کی تاریخ میں نہیں ہوا۔ اس احساس نے پاکستان کے بریلوی دانشوروں میں یہ تحریک پیدا کی کہ بریلوی علماء کو "دو قومی نظریہ" کا حامی بنا کر پیش کیا جائے۔[۲۱] اس میں کوئی شک نہیں کہ فاضل بریلوی کے مشاہیر تلامذہ اور خلفاء میں سے بیشتر مسلم لیگ کی ہم نوائی میں مطالبہ پاکستان میں شریک تھے لیکن خود فاضل بریلوی کا تو اس سے تعلق نہیں بنتا تھا۔ البتہ ہندو مسلم اتحاد سے متعلق ان کے افکار اس سمت میں موڑے جاسکتے ہیں۔ اور موڑے بھی گئے۔

خلافت اور ترک موالات کی تحریکوں کے مقاصد اور لائحہ عمل کے سلسلہ میں ان کے قائدین کے خیالات سے قطع نظریہ معلوم کرنا بھی ضروری ہے کہ بریلوی علماء ان تحریکوں کے مقاصد اور طریقہ عمل کے بارے میں کیا کچھ رکھتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ ہندو مسلم اتحاد کے ذریعہ شعائر دینی جیسے قربانی گاؤ کو ختم کیا جارہا ہے۔ اصل مقصد خلافت کی حفاظت نہیں سوراج ہے اور چونکہ ملک کی اکثریت ہندوؤں کی ہے لہذا سوراج کا مطلب ہندو راج ہوگا۔ خلافت مذہبی تحریکوں سے ہے تو اس کی قیادت ایک مشرک کے سپرد کیوں کی گئی ہے، مشرک کو منبر رسول پر کیوں بٹھایا گیا، کیوں مسلم لیڈروں نے قشقہ لگوایا، اور مشرک کی ٹکٹکی اٹھائی۔ بریلوی علماء کو اس بات سے زیادہ تشویش تھی کہ بدایونی اور فرنگی محلی علماء آخر کیوں ان تحریکوں میں ساتھ ہیں جب کہ وہ ان ہی کی طرح اہل سنت اور حنفی المذہب ہیں۔ اسی لئے فاضل بریلوی نے خاص طور سے مولوی عبدالباری فرنگی محلی کا تعاقب کیا اور بالآخر ان سے توبہ کروا ہی لی۔ اس توبہ نامہ کی عبارت ذیل میں درج کی جاتی ہے:

"مجھ سے بہت سے گناہ سرزد ہوئے ہیں۔ کچھ دانستہ اور کچھ نادانستہ، مجھے ان پر ندامت ہے۔

زبانی، تحریری اور عملی طور پر مجھ سے ایسے امور سرزد ہوئے ہیں جنھیں میں نے گناہ تصور نہیں کیا تھا۔ لیکن مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی انھیں اسلام سے انحراف یا گمراہی یا قابل مواخذہ خیال کرتے ہیں ان سب سے میں رجوع کرتا ہوں جن کے لئے پیش رووں کا کوئی فیصلہ یا نظیر موجود نہیں ان کے بارے میں میں مولانا احمد رضا خاں کے فیصلوں اور فکر پر کامل اعتماد کا اظہار کرتا ہوں۔"[۱۴]

سیاست میں مذہبی اصطلاحوں کے استعمال نے نیشنلسٹ مسلمانوں کے لئے بہت پریشانیاں کھڑی کیں۔ ہندو مسلم اتحاد کے بارے میں ان آیات کریمہ پر زور دیا گیا۔

(ترجمہ: اللہ تمھیں ان سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین میں نہ لڑے اور تمھیں تمھارے گھروں سے نہ نکالا کہ ان کے ساتھ احسان کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ برتو، بیشک انصاف والے اللہ کو محبوب ہیں۔ اللہ تمھیں انھی سے منع کرتا ہے جو تم سے دین میں لڑے یا تمھیں تمھارے گھروں سے نکالا یا تمھارے نکالنے پر مدد کی کہ ان سے دوستی کرو اور جو ان سے دوستی کرے تو وہی ستمگار ہیں۔ (الممتحنہ سورۃ ۶۰ آیات ۸، ۹)

مولانا آزاد نے ان آیات پر خصوصی طور پر توجہ کی۔ آگرہ میں مجلس خلافت منعقدہ ۲۵ اکتوبر ۱۹۲۱ء میں خطبہ صدارت دیتے ہوئے انھوں نے واضح کیا کہ ترک موالات کے ضمن میں قرآن کے کیا احکام ہیں۔ "موالات ولایت سے ہے۔ ولایت کے معنی ہیں محبت، اعانت اور نصرت کے۔ تو ترک موالات کے معنی ہوئے مددگاری کے ہر طرح کے تعلقات کو منقطع کر لینا۔ جب تک وہ جماعت اپنے ظلم سے باز نہ آئے۔ اس حکم کی بنا پر قرآن مجید نے تمام قوموں کی دو قسمیں قرار دی ہیں۔ چنانچہ اس کی تقسیم سورہ ممتحنہ میں کر دی ہے۔ قرآن مجید نے بتایا ہے کہ دو قسم کی قومیں دنیا میں پیش ہو سکتی ہیں۔ ایک تو وہ غیر مسلمان قومیں جو مسلمانوں پر حملہ نہیں کرتیں۔ مسلمانوں کی حکومت اور خلافت پر حملہ نہیں کرتیں۔ ایسی غیر مسلم قومیں کہ نہ تو جنھوں نے حملہ کیا ہے اور نہ مسلمانوں کی آبادیوں اور بستیوں پر حملہ کرنا چاہتی ہیں۔ ایسی قوموں کے لئے ایک لمحہ کے لئے قرآن مسلمان کو نہیں روکتا کہ ان کے ساتھ وہ مصالحت نہ کریں اور بہتر سے بہتر اچھے سے اچھا سلوک نہ کریں لیکن جن غیر مسلمان قوموں کے ساتھ قتال کریں۔ مسلمانوں کو ان کی بستیوں سے نکالیں ایسی غیر مسلمان قوموں

کی نسبت بلاشبہ قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے کہ ان کے ساتھ تعلقات منقطع کر لیے جائیں۔۔۔ قرآن مجید کا یہ اعلان ہے کہ ایسی غیر مسلمان قوموں کے ساتھ کوئی ایسا تعلق، جو محبت، دوستی، صلح، وفاداری کا ہو اور ہر طرح کی اعانت و نصرت کا ہو۔ نہیں رکھ سکتا۔" [۲۱]

اسی خطبہ صدارت میں آگے چل کر مولانا آزاد نے سورۂ ممتحنہ کی رو سے برٹش گورنمنٹ کو مسلمانوں کے مقابلے میں فریق محارب ثابت کرتے ہوئے کہا:

"مسلمانوں کے لئے یہ قریب قریب کفر ہو گیا ہے کہ وہ برٹش گورنمنٹ سے اپنی استطاعت کے اندر محبت و اعانت، وفاداری اور اطاعت کا کوئی تعلق رکھیں۔ اور اگر وہ کوئی تعلق اس طرح کا رکھیں گے تو ایک منٹ کے لئے ان کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ اپنے کو مسلمانوں کی صف میں جگہ دیں۔ قرآن نے کہا ہے کہ جو مسلمان ایسے وقتوں اور ایسی حالتوں میں محارب قوم کے ساتھ رشتۂ موالات رکھے گا۔ اگرچہ وہ زمین میں اپنے آپ کو مسلمان کہے لیکن اللہ کے نزدیک اس کا شمار مومنوں میں نہ ہوگا، کفار میں ہوگا۔" [۲۲]

اس طرح کے فتوے کا جواب بریلوی حلقہ سے دیا جانا ضروری تھا کیوں کہ مولانا آزاد کی بات سے انکار کی صورت میں معاملہ تکفیر پر ختم ہوتا تھا۔ اس سلسلے میں فاضل بریلوی کا فتویٰ المحجۃ المؤتمنۃ فی آیۃ الممتحنۃ (۱۳۳۹ھ) رسالہ کی شکل میں شائع ہوا جس میں دلائل سے ثابت کیا گیا کہ ہندوستان کے مشرکین، حربی کفار ہیں ان سے وداد و اتحاد اس آیت کریمہ کے تحت نہیں آتا۔ [۲۳]

فاضل بریلوی کے تلمیذ اور خلیفہ محمد سلیمان اشرف نے اس موضوع پر طویل بحث کی جس کا خلاصہ انھوں نے یہ پیش کیا۔

(۱) کافر کے ساتھ دوستی اور قلبی محبت کفر ہے۔

(۲) دل میں کافر کی دوستی نہیں لیکن عمل دوستوں کے مانند و مثل یہ حرام ہے۔

(۳) قلب محبت کفر و کفار سے پاک بلکہ بیزار لیکن کافر کے مذہبی اعمال میں عملاً شرکت کی جائے یہ حرام ہے۔

(۴) کافر کے دین کی حمایت حرام ہے۔

(۵) کافر کی ایسی مدد کرنا جس سے دین اسلام یا مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو حرام ہے۔

(۶) کافر سے ایسی مدد لینا جس میں اپنے دین یا اپنے دینی بھائیوں کا نقصان ہوتا ہو حرام ہے۔

(۷) مدارات فعل جمیل عمل معروف بر و احسان اور عدل و انصاف ہر حال میں جائز نہیں بلکہ بعض کفار کے ساتھ احسن و انسب۔

(۸) دنیاوی کاروبار اور لین دین ہر کافر حربی اور غیر حربی سے جائز، کسی بھی وقت حرام نہیں۔

(۹) ان احکام میں کفار ہند اور کفار یورپ سب مساوی ہیں۔ بجز اس کے کفار اہل کتاب کا کھانا اور نکاح میں کتابیہ عوٗت کالانا بموجب حکم قرآن پاک مباح و جائز ہے اس کے سوا جملہ احکام شرعیہ کفار اہل کتاب و کفار غیر اہل کتاب دونوں کے لئے یکساں ہیں۔ [۵۱]

مولانا سلیمان اشرف نے یہ بھی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ دراصل 'مفتیان سیاسی' نے سورہ الممتحنہ کی تشریح کے سلسلہ میں بڑی خیانت سے کام لیا ہے۔ اگر ہم اس سلسلہ میں مولانا آزاد کے اوپر ذکر کیے گئے خیالات کو ذہن میں رکھیں تو سیاسی مفتیان سے مولانا سلیمان اشرف کا اشارہ سمجھ میں آجاتا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:-

"موالات کے سیاسی مفتیوں نے دو ترجے کیے ہیں ایک محبت و دوستی اور دوسرا مناصرۃ (یعنی مدد لینا یا مدد دینا) مفتیان سیاسی مناصرۃ سے مطلق مدد دینا یا لینا ارادہ کرتے ہیں تاکہ نان کو آپریشن کے حدود دائرہ شریعت میں آجائیں اور یہی ان کی خیانت ہے۔ موالات جب مناصرۃ کے معنی میں لیا جائے گا تو وہاں نصرۃ علی المومنین مراد ہوگا۔ یعنی ایسی مدد جس سے مسلمانوں کا نقصان ہوتا ہو یا نصرۃ الکفر مراد ہے۔ یعنی کفر کی مدد۔" [۵۲] البتہ مولانا سلیمان اشرف یہ واضح کرتے ہیں کہ "معاشرتی، تمدنی اور اخلاقی امور میں مناصرۃ ہرگز ہرگز ممنوع نہیں۔" [۵۳]

مولانا سلیمان اشرف یہ بھی سمجھتے ہیں کہ مفتیان سیاسی درحقیقت کفار ہند سے موالات پیدا کرنے کی خاطر یہ فریب آمیز مغالطہ پیش کر رہے ہیں۔ وہ دلیل دیتے ہیں کہ "آیات الٰہیہ پکار پکار کر یہ حکم دے رہی ہیں کہ مطلقاً کفار سے موالات اور وداد حرام ہے۔" [۵۴] وہ کسی قدر حوصلہ کرکے یہ بھی کہتے ہیں کہ "موالات یا مناصرۃ کے اگر یہ معنی جو مفتیان سیاسی اختراع کر رہے ہیں لیے جائیں تو نعوذ باللہ ثم نعوذ باللہ یہ لازم آتا ہے کہ خود صاحب وحی و کتاب شارع علیہ السلام نے کفار سے یہود سے بطرز گوناگوں موالات پیدا کی۔" [۵۵]

ہندو مسلم اتحاد پیدا کرنے کی خاطر آیات قرآنی کا سہارا لینے کے علاوہ بعض ایسے عملی اقدامات بھی کیے جارہے تھے اور اقوال کہے جارہے تھے جن پر بریلی مکتب کے علماء کو سخت اعتراض تھا۔ انھوں

نے ان اقدامات اور اقوال کو خلاف دین ثابت کیا اور یہ بتایا کہ ہندو مسلم اتحاد مسلمانان ہند کو کس طرف لے جارہا تھا۔ فاضل بریلوی نے اپنے رسالہ المحجۃ المؤتمنہ فی آیۃ الممتحنہ میں ان امور کی نشاندہی کی جن سے ان کی نظر میں دین کی خلاف ورزی ہوتی تھی۔

(۱) گائے کا گوشت کھانا گناہ ٹھہراؤ، کھانے والوں کو کمینہ بتاؤ۔

(۲) خدا کی قسم کی جگہ رام دہائی گاؤ۔

(۳) قرآن مجید کو رامائن کے ساتھ ایک ڈولے میں رکھ کر مندر میں لے جاؤ۔ دونوں کی پوجا کرو۔

(۴) نبوت ختم نہ ہوئی ہوتی تو گاندھی جی نبی ہوتے۔

(۵) ہم ایسا مذہب بنانے کی فکر میں ہیں جو ہندو مسلم کا امتیاز اٹھادے گا۔

(۶) دوسرا جمعہ کا خطبہ اردو میں پڑھتا ہے اور اس میں خلفائے راشدین، حسن و حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے بجائے گاندھی جی کی مدح "مقدس ذات" "ستودہ صفات" وغیرہ الفاظیوں کے ساتھ گاتا ہے۔[۲۰]

بریلی مکتب فکر کے دوسرے علماء بھی ہندو مسلم اتحاد سے پیدا ہونے والی صورت حال سے متفکر اور متنفر تھے۔ فاضل بریلوی کے خلیفہ مولانا سلیمان اشرف، استاد دینیات ایم۔ اے او کالج علی گڑھ نے بھی اپنے رسالے الرشاد میں ان امور کا ذکر فرمایا جنھیں وہ خلاف مذہب سمجھتے تھے:

(۱) ہندو لیڈروں کو مساجد میں لے گئے، منبروں پر بٹھایا۔

(۲) مسلمان مندروں میں گئے، وہاں دعائیں کیں، قشقہ لگوایا۔

(۳) گاندھی جی کے حکم سے ستیہ گرہ کے دن روزہ رکھا۔

(۴) وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا۔

(۵) کرشن جی کو حضرت موسیٰ کا لقب مان لیا گیا۔

(۶) بدایوں کے ایک جلسے میں س ایک ہندو مقرر نے یہ تجویز پیش کی کہ مسلمان رام لیلا منائیں، ہندو محرم منائیں۔[۲۱]

مولانا محمد سلیمان اشرف نے مسلمانوں کی اس روش پر رنج و غم کا اظہار کرتے ہوئے یہ رباعی فارسی میں تحریر فرمائی:

دارم دلکے غمیں، بیامرز و مپرس

صد واقعہ در کمیں، بیامرز و مپرس

تر منہ و شوم ۔۔ بیری مہم

یا اکرم الاکرمین، بیامرزو میپرس

بریلی مکتب ہی کے مولانا محمد میاں قادری مارہروی نے تحریک خلافت کے مدمقابل بریلوی تنظیم "انصار الاسلام" کے جلسے میں منعقدہ بریلی ۲۲ شعبان ۱۳۳۹ھ/ ۱۹۲۰ء میں اپنے صدارتی خطبے میں ان امور کی طرف اشارہ کیا جو ہندو مسلم اتحاد کے مدعیان کے رہین منت تھے۔

۱) قشقہ لگوانا۔

۲) مشرکوں کی جے پکارنا۔

۳) رام لچھمن پر پھول چڑھانا۔

۴) رامائن کی پوجا میں شریک ہونا۔

۵) ارتھی کندھوں پر اٹھا کر مرگھٹ لے جانا۔

۶) مشرک میت کے لئے دعائے مغفرت کرنا اور وہ بھی مسجد میں۔

۷) مسجدوں میں مشرکوں کی تعزیت کے جلسے کرنا۔

۸) اللہ کو رام کہنا۔

۹) خطبہ جمعہ میں مشرک کی تعریف کرنا۔

۱۰) دسہرے میں شریک ہونا۔

۱۱) سنکھ بجانا۔

۱۲) قربانی گاؤ کو بھینٹ چڑھانا۔

۱۳) قاتل مشرکوں کی رہائی کی کوشش کرنا۔

۱۴) قربانی کی گائے زبردستی چھین کر اس کو گئوشالہ پہنچانا۔

مولانا محمد میاں نے مندرجہ ذیل رباعیات میں ہندو مسلم اتحاد کے مدعیان کی کوششوں کا ذکر اس طرح کیا ہے۔

یہ لیڈر یہی سوچا کرتے ہیں چالیں — کہ اک مذہب ایسا نیا یہ نکالیں
مسلمان و مشرک کو جس سے ملادیں — جو ہے باہمی فرق اس کو مٹادیں
ہے پریاگ و سنگم بتوں کا جو معبد — مقدس بنائیں اسے ہے یہ مقصد

مسلمان خلافت کی کر لیں گے خدمت
ہمیں تو ہے بس ہندؤوں سے محبت
انھیں آنکھ اٹھا کر بھی دیکھے خلافت
تو ہم خوب اس کی بنائیں گے درگت
خلیفہ اگر ہندؤں سے لڑیں گے
تو اک ہندو کے بدلے، ہم دس کٹیں گے

ایسا نہیں ہے کہ مولانا آزاد سیاسی معاملات میں مذہبی اصطلاحوں اور استعاروں کے استعمال سے پیدا ہونے والے خطرات سے واقف نہیں تھے۔ ایسا موقع بھی آیا تھا جب مارچ ۱۹۲۱ء میں بریلی میں جمعیت علماء ہند کا ایک کھلا جلسہ خود مولانا آزاد کی زیر صدارت منعقد ہوا اور اس میں جماعت رضائے مصطفےٰ کے مولویوں نے ان کا خوب ڈٹ کر مواخذہ کیا اور مولانا بے بس ہوگئے۔ اس جلسہ کے سلسلہ میں جو اشتہارات شائع ہوئے تھے ان میں اعلان کیا گیا تھا کہ مخالفین پر اتمام حجت کیا جائے گا جواباً تلمیذ فاضل بریلوی صدر الشرعیہ مولانا امجد علی کے مرتب کردہ ستر سوالات بعنوان "اتمام حجت نامہ" شائع کرکے خلافت کمیٹی تک پہنچا دیئے گئے۔ مولانا آزاد نے فاضل بریلوی کو جلسہ میں شرکت اور رفع منازعت کی دعوت دی۔ لیکن اس سے پہلے ہی "جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے جمعیت علمائے ہند کے اجلاس میں شرکت کرنے اور رفع نزاع کے لئے ایک وفد کا اعلان اشتہار کے ذریعہ ہو چکا تھا۔ لہٰذا یہ وفد جس میں مولانا امجد علی، مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور مفتی محمد برہان الحق شامل تھے اور جس کی قیادت مولینا سلیمان اشرف کر رہے تھے جلسہ گاہ پہنچ گیا۔ اسٹیج پر مولینا آزاد کے علاوہ مولانا نثار احمد کانپوری، مفتی کفایت اللہ دہلوی اور مولوی احمد سعید دہلوی موجود تھے۔ وفد کے صدر مولانا سلیمان اشرف کو مولانا آزاد نے تقریر کا موقع دیا۔ تقریر کے دوران انھوں نے اپنے موقف کی وضاحت کی، ستر سوالوں کے جواب طلب کیے اور مولانا آزاد کے کچھ اخباری بیانات، کچھ تقریروں اور بعض حرکات پر شدید اعتراضات کیے۔ مولانا آزاد نے جوابی تقریر میں کہا:

"کچھ مولویوں کا وفد آیا ہے جس کا نہ کوئی اصول ہے اور نہ مقصد، مجھ پر جو الزامات لگائے جارہے ہیں سب غلط اور بے بنیاد ہیں، جن کا کوئی ثبوت نہیں۔"

اس کے بعد مولانا آزاد نے جماعت رضائے مصطفےٰ کے اراکین وفد سے کہا کہ وہ جاسکتے ہیں۔
مفتی برہان الحق (پیدائش ۱۸۹۲ء) جو مولانا آزاد سے تین چار سال ہی چھوٹے تھے کسی طرح موقع پاکر مولانا آزاد سے کچھ سوالات کرلیے اس کی روداد خود مفتی برہان الحق کے الفاظ میں یہاں نقل کی جارہی

ہے۔ انھوں نے مولانا آزاد سے "ذرا بلند آواز سے کہا"

" آنجناب نے ابھی ابھی اپنی جوابی تقریر میں زور دے کر فرمایا کہ مجھ پر تمام الزامات غلط اور بے بنیاد ہیں جن کا کوئی ثبوت نہیں۔ میری گذارش یہ ہے کہ اخبار زمیندار، لاہور کے فلاں نمبر، فلاں تاریخ میں، نہایت جلی سرخیوں میں یہ خبر شائع ہوئی ہے کہ "ناگپور کے خلافت کانفرنس کے پنڈال میں امام الہند ابو الکلام آزاد صاحب نے جمعہ پڑھایا اور خطبہ جمعہ میں مہاتما گاندھی کی صداقت حقانیت کی شہادت دی۔ "ایک مشرک کی صداقت و حقانیت کی شہادت خطبہ جمعہ میں!۔۔۔ یہ کیسا اسلام ہے؟"

یہ سنتے ہی بقول مفتی برہان الحق مولانا آزاد کا چہرہ فق ہو گیا۔ ایک دو منٹ تک انھیں دیکھتے ہی رہے اور پھر بولے۔

"لعنۃ اللہ علی قائلہ"

ایک اور سوال جو مفتی برہان الحق نے کیا وہ یہ تھا کہ "اخبار تاج (جبل پور) فلاں تاریخ فلاں نمبر میں ہے کہ "الہ آباد کے ایک جلسہ عام میں مولانا ابو الکلام آزاد صاحب نے کرسی صدارت سے اعلان فرمایا کہ مقامات مقدسہ کا فیصلہ اگرچہ ہمارے حسب دل خواہ بھی ہو جائے تب بھی ہم اس وقت تک چین نہ لیں گے، جب تک گنگا اور جمنا کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرا لیں گے۔ بحیثیت مسلمان ہونے کے گنگا جمنا بھی آپ کے نزدیک مقدس ہیں؟ استغفر اللہ۔"

اس پر مولانا آزاد نے کہا۔ "میں نے پرچے نہیں دیکھے، لعنۃ اللہ علی قائلہ"

مولانا آزاد سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ وہ اپنی توبہ کے الفاظ اخبارات میں شائع کرائیں۔ مولانا آزاد نے وعدہ کیا کہ اجلاس کی روداد میں ان تمام غیر اسلامی حرکات سے رجوع کا اعلان شائع کر دیا جائے گا۔ جلسہ کا اختتام شب میں کسی وقت ہوا ہو گا۔ بریلی اسٹیشن پر روانگی کے وقت مولانا آزاد نے اس مجمع سے جو انھیں گھیرے ہوئے تھا کہا:

"بعض باتیں حقیقت ہیں جن سے انکار نہیں کیا جا سکتا لیکن اب ہمیں آزادی کا جو مسئلہ حل کرنا ہے اس کے آگے اب تمام باتیں فی الحال زیادہ توجہ کے قابل نہیں ہیں مگر احتیاط بہر حال ضروری ہے۔

ایک صاحب جو اسٹیشن پر بسکٹ بیچتے تھے انھوں نے یہ روداد بیان کی۔

خلافت کے سلسلے میں "موالات" کے علاوہ ایک اور مسئلہ جو زیر بحث آیا وہ تھا کہ آیا خلافت

شرعیہ کے لئے قرشی ہونا شرط ہے۔ مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور مولانا آزاد اسے "قرشیت کو خلیفہ کے لیے لازمی نہیں مانتے تھے جبکہ فاضل بریلوی شرعی نقطہ نظر سے قرشیت کو خلیفہ کے لئے لازمی شرط قرار دیتے تھے۔ اس موضوع پر انھوں نے ایک رسالہ بھی قلم بند کیا دوام العیش فی الائمۃ من قریش دراصل اس کی تالیف کا موجب ایک استفتا تھا جو ۱۹۲۰ میں انھیں موصول ہوا۔ اس میں تین سوال کیے گئے تھے جن کا خلاصہ یہ ہے۔

۱۔ مسلمانوں پر سلطنت عثمانیہ کی اعانت لازم ہے کہ نہیں؟

۲۔ فرضیت اعانت کے لئے سلطان کا قرشی ہونا یا خلیفہ شرعی ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۳۔ ابو الکلام آزاد اور مولانا عبد الباری فرنگی محلہ کے نزدیک خلافت شرعیہ کے لئے "قرشیت" شرط نہیں، یہ بات صحیح ہے یا نہیں؟ [۲۴]

پہلے اور دوسرے سوالات کے جواب میں فاضل بریلوی نے لکھا۔

"سلطنت علیہ عثمانیہ ایدھا اللہ تعالیٰ نہ صرف عثمانیہ، ہر سلطنت اسلام، نہ صرف سلطنت، ہر جماعت مسلمان، نہ صرف جماعت، ہر فرد اسلام کی خیر خواہی، ہر مسلمان پر فرض ہے۔ اس میں "قرشیت" شرط ہونا کیا معنی؟ دل سے خیر خواہی مطلقاً فرض عین ہے۔" [۲۵]
تیسرے سوال کا جواب اس طرح دیا۔

"البتہ اہل سنت کے مذہب میں خلافت شرعیہ کے لئے ضرور "قرشیت" شرط ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے متواتر حدیثیں ہیں۔ اسی پر صحابہ کا اجماع ہے۔۔۔ مگر شرعاً خلیفہ یا امیر المومنین۔۔۔ ہر بادشاہ قرشی کو بھی نہیں کہہ سکتے سوا اس کے جو ساتوں شرط خلافت اسلام، عقل، بلوغ، حریت، ذکورت، قدرت، قرشیت سب کا جامع ہو کر تمام مسلمانوں کا فرماں روائے اعظم ہو۔" [۲۶]

یہ رسالہ ۱۹۲۱ میں لکھا گیا اور فاضل بریلوی کے انتقال کے بعد ان کے صاحبزادہ مفتیٔ اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں نے اپنی تمہید کے ساتھ ۱۹۲۲ میں بریلی سے شائع کیا جبکہ حکومت سلطانی معدوم ہو چکی تھی۔ اس رسالے کی اشاعت کو التواء میں کیوں رکھا گیا۔ اس کی وضاحت مفتیٔ اعظم نے تمہید میں اس طرح کی ہے:-

دار الافتاء میں سوال آیا کیے اور ہم معرض التواء میں رکھا کیے۔ محض اس خیال سے کہ شاید

اس جھوٹے نام خلافت ہی سے ہمارے ترک بھائیوں کو کچھ فائدہ ہوجائے۔ اس وقت ایسے استفتاء کا جواب نہ دینا بہتر ہے مگر جب فرنگی محل سے بار بار تقاضے آئے تو یہ جواب دے دیا گیا کہ ایسے مسائل اس دارالافتاء کے موضوع سے خارج ہیں۔۔۔(اس جواب کی) اشاعت کر کے اور ساتھ ہی یہ ظاہر کر کے کہ دارالافتائے بریلی اس میں مخالف ہے انگریزوں کو جتادیا کہ یہ مسئلہ اتفاقی نہیں وہ مسلمان جو آج ایک عالم کے معتمد علیہ اور عرب و عجم کے مرجع ہیں اس میں مخالف ہیں۔ پھر بھی یہاں سے کچھ نہ کہا گیا۔۔۔ شروع ۳۹ھ میں فرنگی محلی خطبہ اور آزادی رسالہ جزیرۃ العرب کے خیالات خام و باطل اوہام کے متعلق استفتاء کے جواب میں حضور پر نور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک رسالہ دوام العیش فی الائمۃ من قریش تصنیف فرمایا۔۔۔ اسے اس خیال سے چھوڑ دیا کہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا، جب وقت آئے گا تکمیل کر کے طبع کرادیا جائے گا۔" [۲۳]

فاضل بریلوی نے اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور تین فصلوں میں تقسیم کیا ہے۔ فصل دوم خاص طور سے مولوی فرنگی محلی کے خطبہ صدارت کا تنقیدی جائزہ لیا ہے اور فصل سوم میں جیسا کہ اس کا عنوان ہے "رسالہ خلافت میں مسٹر ابوالکلام آزاد کی تلبیسات وہذیانات کی خدمت گذاری کی گئی ہے۔" اس رسالے میں اکثر مقامات پر فاضل بریلوی نے مولانا عبدالباری اور مولانا آزاد کے اپنے موقف میں پیش کیے گئے دلائل پر علمی بحث کی ہے اور ان کی لغزشوں کی جابجا نشاندہی کی ہے۔ طنز و طعن سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی بھی محفوظ نہیں رہے ہیں لیکن مولانا آزاد کا محاسبہ زیادہ سختی سے کیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ فاضل بریلوی مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو تو علماء میں شمار کرتے تھے، مگر ابوالکلام آزاد کو خاطر میں نہ لاتے تھے جس کا اندازہ ان کے اس جملے سے کیا جاسکتا ہے:-

"کسی پرچہ اخبار کی ایڈیٹری اور چیز ہے اور حدیث و فقہ کا سمجھنا اور وہ "مِن" کا ترجمہ "سے" اور "الیٰ" کا ترجمہ "تک" کر لینے سے نہیں آتا۔" [۲۴]

اس کے علاوہ فاضل بریلوی اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ خلافت اسلامیہ کی حفاظت محض دکھاوا اور ایک آڑ ہے۔ اصل مقصود سوراج ہے۔ جہاں تک مولانا آزاد کا سوال ہے۔ انھوں نے خود کہا ہے:

"مسئلہ خلافت کا اصلی حل ہندوستان کی آزادی پر موقوف تھا۔ اس لئے تحریک خلافت نے خود بخود ملک کو تحریک آزادی تک پہونچادیا۔" [۲۵]

مولانا آزاد کے مندرجہ ذیل خیالات سے فاضل بریلوی کے اندیشوں کی مزید تائید ہوئی۔

"کوشش اور لڑائی صرف اماکن مقدسہ اور خلافت کے لئے نہیں ہے، بلکہ ہندوستان کو خود اختیاری حکومت دینے کے لئے ہے۔ اگر خلافت کا خاطر خواہ فیصلہ ہو بھی جائے تاہم ہماری جدوجہد جاری رہے گی، اس وقت تک کہ ہم گنگا و جمنا کی مقدس سرزمین کو آزاد نہ کرالیں۔"

فاضل بریلوی نے اس عبارت پر گرفت کرتے ہوئے لکھا۔

ترکوں کی حمایت تو محض دھوکے کی ٹٹی ہے، اصل مقصد بغلامی ہنود سوراج کی چکی ہے۔ بڑے بڑے لیڈروں نے جس کی تصریح کر دی ہے۔ بھاری بھرکم خلافت کا نام لو، عوام بپھریں، چندہ خوب ملے اور گنگا و جمنا کی مقدس زمینیں "آزاد کرنے کا کام چلے۔

اے پسرو مشرکان بزمزم نرسی
کین رہ کہ تو میروی بہ گنگ و جمن است

مولانا آزاد جس آن بان سے قومی سیاست میں نظر آرہے تھے ان کی تحریروں اور تقریروں میں جو خطیبانہ طرز تھا اس سے ان کی قیادت کے عزائم کا اظہار ہوتا تھا۔ فاضل بریلوی کی نظر سے یہ بات پوشیدہ نہیں تھی۔ لکھتے ہیں۔

"مسٹر آزاد اگرچہ اپنے نشے میں تمام ائمہ مجتہدین کرام سے اپنے آپ کو اعلیٰ جانتے ہیں، ان کے ارشادات کو ظنی اور اپنے توہمات کو وحی سے مکتسب قطعی مانتے ہیں۔ اور سلطان کا نام محض دکھاوا ہے۔ تمام امت سے اپنی امامت مطلقہ منوانے کا دعویٰ ہے۔ دیکھو رسالہ خلافت کا اخیر مضمون اھدکم سبیل الرشاد (میرے پیرو ہو جاؤ) میں تمھیں راہ حق کی ہدایت کروں گا۔"

دوام العیش کے مقدمہ میں ایک جگہ مولانا آزاد کی ایک تحریر کا تعاقب کرنے کے بعد کہتے ہیں "خدا جانے مسٹر آزاد یہ کس جھنگ یا کسی نشے کی ترنگ میں لکھ گئے۔"

اسی رسالہ کی فصل سوم کی ابتداء اس طرح کرتے ہیں۔ "یہ ۳۵ رد قاہر خطبہ صدارت فرنگی محلی کی ۱۵ سطری تحریر پر قلم برداشتہ تھے۔ اب بعونہ تعالیٰ چار حرف ان کے بڑے آزاد لیڈر صاحب کی تحریر پر بھی گزارش ہوں۔" انھیں مسٹر آزاد کے خیالات پر خارجیوں کے اثرات نظر آتے ہیں لکھتے ہیں۔ "مسٹر آزاد نے بڑا زور اس پر دیا ہے کہ اسلام تو قومی امتیاز کے اوٹھانے کو آیا ہے۔ پھر وہ خلافت کو قریش کے لئے کیسے خاص کر سکتا۔ یہ اعتراض مسٹر آزاد کا طبع زاد نہیں۔ خارجی خبیثوں سے سیکھا ہے۔"

فصل سوم میں ایک مبحث کا عنوان فاضل بریلوی نے " رد احادیث نبوی میں مسٹر[۱] بے سود کوشش " رکھا ہے۔ اس مبحث میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔ " غرض پیشگوئی بنا کر تکذیب حدیث کے سوا مسٹر کو کچھ مفر نہیں[۱]۔ " دوسری جگہ لکھتے ہیں " مسٹر نے یوں دوسری حدیث الائمۃ من قریش سے تشریع اوڑانے اور نری خبر بنانے کے لئے کیا کیا ڈوبتے سوار پکڑے ہیں[۱]۔ " اس مبحث کو ختم کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

" یہ ہے مسٹر کی حدیث دانی اور ارشادات نبوت پر ظلم رانی۔ " [۱]

" زہے مسٹری و لیڈری و ایڈیٹری۔ " اہل سنت و جماعت اور تقلید کے اصول سے منحرف ہونے کے بعد " امام الہند " بقول بریلوی علماء امام الہند کو اسی طرح کے طنز و استہزاء کا نشانہ بننا پڑا۔ یہی نہیں فاضل بریلوی نے تو مولانا آزاد کو پوری طرح مسترد کر دیا تھا جیسا کہ ان کی ذیل کی فارسی رباعی سے ظاہر ہوتا ہے۔

آزاد مگر نہ تو بیشک مشرک — وہ مسلم می دہی پئے یک مشرک[۱]

زاسلامت اگر بہرہ بدے میکردے — برناخن مسلے خدا لک مشرک[۱]

حواشی

۱۔ دوام العیش فی الائمۃ من قریش، احمد رضا خاں، مکتبہ رضویہ لاہور، ۱۹۸۰، ص ۹۵

۲۔ آزاد کی کہانی خود ان کی زبانی بہ روایت، ملیح آبادی، دلی، اپریل ۱۹۵۸ء، ص ۶۶

۳۔ ایضاً ص ۴۴

۴۔ امام احمد رضا کا شجرہ طوبیٰ لیس اختر مصباحی، حجاز جدید (ماہنامہ) دہلی، جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۵۳

۵۔ آزاد کی کہانی ۔۔۔ ص ص ۱۳۲۔۱۳۱

۶۔ حجاز جدید، جولائی ۱۹۸۹ء، ص ۵۵

۷۔ حجاز جدید، جنوری ۱۹۸۹ء، اداریہ، ص ۸

۸۔ آزاد کی کہانی ۔۔۔ ص ۵۶

۹۔ ایضاً۔ ص ۵۶

۱۰۔ ایضاً۔ ص ۵۶

١١- حجاز جدید، جون ١٩٨٩ء، ص ٥

١٢- دی دیو بند اسکول اینڈ دی ڈیمانڈ فار پاکستان، ضیاالحسن فاروقی، نئی دہلی، ١٩٦٣ء، ص ٢٥

١٣- نجوم، خصوصی شمارہ امام احمد رضا نمبر، ٢ دسمبر - ٨ دسمبر ١٩٨٨ء، بحوالہ ہفت روزہ خطیب (دہلی) مورخہ ٢٢ مارچ 1915ء

١٤- آزاد کی کہانی ---- ص ١٦٤

١٥- ایضاً، ص ١٦٦

١٦- ایضاً، ص ١٦٦

١٧- ایضاً، ص ٣٦١

١٨- ایضاً، ص ٣٦٣

١٩- ایضاً، ص ص ٣٧٠-٣٦٩

٢٠- ایضاً، ص ٣٧٠

٢١- عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری کے یہ خیالات ان کے مضمون "عرض حال" میں موجود ہیں۔ دیکھیے فاضل بریلوی اور ترک موالات، مرتبہ پروفیسر محمد مسعود احمد، لاہور، ١٩٧١ء، ص ص ٤-٣

٢٢- دیکھیے رسالہ دو قومی نظریہ کے حامی علماء اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی، ادارت، خواجہ رضی حیدر و حاجی احمد مجاہد، کراچی، ١٩٨٢ء۔ ص ص ٣٧-٧

٢٣- ایضاً، ص ١٣

٢٤- خطبات آزاد، مولانا ابوالکلام آزاد، اردو کتاب گھر، دہلی، ١٩٥٩ء، ص ص ٣٦-٣٥

٢٥- ایضاً، ص ٣٧

٢٦- اکرام امام احمد رضا، مفتی محمد برہان الحق جبل پوری، ترتیب و تحشیہ، پروفیسر محمد مسعود احمد، لاہور، ١٩٨١ء، ص ١٠٥

٢٧- النور، محمد سلیمان اشرف، مطبع مسلم یونیورسٹی انسٹی ٹیوٹ، علی گڑھ، ١٩٢١ء، ص ١٠٤

٢٨- ایضاً، ص ص ١١٩-١١٨

٢٩- ایضاً، ص ١١٩

٣٠- ایضاً، ص ١١٩

۳۱۔ ایضاً، ص ۱۱۹

۳۲۔ تحریک آزادی ہند اور السواد الاعظم، پروفیسر محمد مسعود احمد، لاہور، اگست ۱۹۸۷ء، ص ص ۱۳۲، ۱۳۳

۳۳۔ ایضاً، ۱۳۳

۳۴۔ ایضاً، حاشیہ ۲، ص ۱۳۳

۳۵۔ ایضاً، ص ۱۳۴

۳۶۔ اس جلسہ کی مکمل روئداد کے لئے دیکھیے اکرام امام احمد رضا، مفتی برہان الحق، ص ص ۱۱۰-۱۰۴

۳۷۔ دوام العیش، افتتاحیہ از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ص ۱

۳۸۔ ایضاً، افتتاحیہ، ص ۶

۳۹۔ ایضاً، افتتاحیہ، ص ص ۷-۶

۴۰۔ تمہید از مفتی اعظم محمد مصطفیٰ رضا خاں، ص ص ۴۲-۴۱

۴۱۔ ایضاً، افتتاحیہ، ص ۹

۴۲۔ مولانا ابو الکلام آزاد کا ہفتہ وار پیغام، مرتبہ ڈاکٹر ابو سلمان شاہ جہان پوری، پٹنہ، ۱۹۸۹ء، ہفتہ وار پیغام، نمبر ۱، جلد ۱، جمعہ ۲۰ محرم الحرام، ۱۳۴۰ھ مطابق ۲۳ ستمبر ۲۱ء، ص ۶

۴۳۔ دوام العیش، افتتاحیہ، ص ۱۷

۴۴۔ ایضاً، افتتاحیہ، ص ۱۷

۴۵۔ ایضاً، افتتاحیہ، ص ۱۹

۴۶۔ دوام العیش، ص ۴۹

۴۷۔ ایضاً، ص ۹۵

۴۸۔ ایضاً، ص ۹۶

۴۹۔ ایضاً، ص ۱۰۳

۵۰۔ ایضاً، ص ۱۰۴ ۵۱۔ ایضاً۔

۵۲۔ حدائق بخشش، حصہ سوم (مرتب) مولانا محبوب علی خاں قادری رضوی، نابھہ (پنجاب)، ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۴۲ھ، ص ص ۹۳-۹۲

مفتیٔ اعظم ہند کی شخصیت اور صحافت

از:- محمد نوشاد عالم چشتی

سیدی، مرشدی حضور مفتیٔ اعظم حضرت مصطفیٰ رضا خاں صاحب علیہ الرحمۃ کی شخصیت و سوانح سے متعلق آپ کے بہت سارے محبین و مخلصین اپنے قلبی تاثرات کو ضبط تحریر میں لاچکے ہیں۔ میرے ناقص علم کے مطابق اس کاروانِ عقیدت و محبت کے سب سے پہلے سپہ سالار شاعرِ اسلام عالی جناب حضرت راز الہ آبادی صاحب ہیں جن کی تصنیف "مفتیٔ اعظم ہند کی کرامات" کو اس میدان میں شرفِ اولیت حاصل ہے۔ نیز اس کتاب کو یہ فخر بھی حاصل ہے کہ یہ حضور مفتیٔ اعظم کے دورِ حیات میں ہی اشاعت پذیر ہو کر ملک کے وسیع و عریض گوشہ میں پھیل چکی تھی۔ یوں تو ہمارے معاشرے میں کسی بھی زندہ شخص کی دینی و ملی خدمات سے اس کی حیات میں ہی عوام کو متعارف کرانے کا رواج نہیں ہے لیکن موت کے بعد "ہرایرے غیرے نتھو خیرے" کی شان میں مبالغہ آمیز قصیدہ خوانی کرنے کا رواج عام ہے۔ اس دقیانوسی پس منظر میں حضرت راز الہ آبادی نے اس طرح کے فکری جمود کو توڑنے کے لئے ایک مستحسن قدم اٹھایا۔ جس کی تقلید اہل علم حضرات کو کرنی چاہیے۔

مگر یہ بھی واضح رہے کہ جناب راز الہ آبادی صاحب کو اولیت کا شرف تصنیف کے میدان میں حاصل ہے۔ مضمون نگاری میں نہیں۔ غالباً اس کا سہرا جناب امید رضوی صاحب کے سر ہے۔ اگر "یادگارِ رضا" یا "ماہنامہ"، "اعلیٰ حضرت" یا ماہنامہ "نوری کرن" کے سابقہ ریکارڈ فائل (اگر حوادثِ زمانہ کے خرد برد سے محفوظ ہوں) دستیاب ہو جائیں اور کوئی صاحب تکلیف برداشت کرنے کی زحمت گوارا کریں تو عین ممکن ہے کہ یہ سہرا کسی اور خوش بخت کے سر بندھ جائے۔ اپنی تلاش و جستجو (جس کی تکلیف ناقابل تحریر ہے) کی بدولت مجھے ایک مضمون حضور مفتی اعظم پر ماہنامہ "نوری کرن" (شمارہ اپریل مئی ۱۹۶۰ء) میں ملا۔ جس کے تحریر کردہ جناب امید رضوی صاحب ہیں۔ موصوف "شیات" کے موضوع پر "شہزادۂ اعلیٰحضرت مولانا شاہ مولوی مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند مدظلہ العالی" کے عنوان سے رقم طراز ہیں:

○○ "حضرت مفتی اعظم ہند کی ذات محتاج تعارف نہیں۔ ہند و پاک نہ صرف ہند و پاک

بلکہ عرب اور عرب میں بھی بالخصوص حرمین طیبین میں ایسا کون سا فرد ہے جو آپ کی ذات گرامی سے ناواقف ہو ۔ آپ کی فضیلت و جلالت علمی کا یہ عالم ہے کہ جب پہلی بار حاضری حرمین ہوئی تو وہاں کے اجلہ علمائے کرام نے آپ کے سامنے نہ صرف زانوئے عقیدت طے کئے ۔ اجازت نامے بھی باصرار لکھوائے اور جس کا سلسلہ بعد واپسی مدت تک جاری رہا۔

اسی قیام حرمین کے زمانے میں آپ سے علمائے حرمین نے دریافت فرمایا کہ موجودہ حکومت عربیہ حجاج سے جو ٹیکس لیتی ہے یہ شرعاً جائز ہے یا نہیں ؟ اس کے جواب میں آپ نے چند گھنٹوں کی قلیل مدت میں سیر حاصل رسالہ تحریر فرمادیا جس میں پرزور دلائل سے ثابت کیا کہ یہ ٹیکس لینا شرعاً ناجائز و حرام ہے (افسوس ہے کہ سفر حج کی واپسی پر یہ رسالہ ضائع ہوگیا) ۔ ۱؎

مزید لکھتے ہیں

OO "اس مختصر سے مضمون میں حضرت موصوف کے فضائل و کمال کا مفصل بیان ناممکن ہے ۔ مختصر یہ ہے کہ آپ کی زندگی کا بیشتر حصہ اعلحضرتؒ کی خدمت پاک میں بسر ہوا ۔ اعلیٰ حضرت تصنیف و تالیف فرماتے اور حضرت موصوف ان مسودات کی تبییض کرتے ۔ اس کے علاوہ دار الافتاء کا کام بھی آپ ہی کے سپرد تھا ۔ بکثرت فتوؤں کے جوابات بھی دیتے اور انہیں مختصر اوقات میں ردّ بد مذھبیان بھی ہوتا جاتا ۔ چنانچہ اشرف علی تھانوی کی کتاب "بسط البیان" کے جواب میں "ادخل السنان" اور "واقعات السنان" کے علاوہ دوسری کتابیں اس کی شاہد ہیں ۔ آپ کا سب سے بڑا کارنامہ "الملفوظ" ہے ۔ جو چار حصوں میں شائع ہو چکا ہے" ۲؎ مفتی اعظم کی تصنیفات کے متعلق مزید لکھتے ہیں ۔

"ابھی حال ہی میں رام پور کے سرکاری کتب خانے میں حضرت موصوف کی ایک کتاب دیکھنے کا اتفاق ہوا جو اس وقت نایاب ہے اس کتاب کا نام "الرمح الدیانی علمائے واس الواس الشیطانی" ہے جو نیچریت ، وہابیت اور قادیانیت کی تردید میں ہے ۔ یہ کتاب عرصہ ہوا مطبع روز بازار امرتسر میں طبع ہوئی تھی ۔ ان کے علاوہ "مقتل کذب و کید" اور دوسری تصانیف بھی نایاب ہیں" ۳؎

مصروفیت کا بیان ان لفظوں میں کیا ہے ۔

"حضرت موصوف کے تمام اوقات فیض رسانی عامہ کیلئے وقف ہیں ۔ صبح نماز فجر کے بعد شب کے ۱۱ یا ۱۲ بجے تک عامہ خلائق کا ہجوم رہتا ہے اور آپ ان کی حاجت روائی میں مصروف رہتے ہیں ۔ تعویذ لینے والوں کے ہجوم کی کثرت رہتی ہے ۔ باہر مردانے میں مردوں کا ہجوم اور اندر زنانخانے میں

مستورات کی کثرت، اور آپ مسلسل تعویذ لکھ کر ان کی مشکل حل فرماتے رہے۔ اسی دوران میں احباب سے ملاقات استفتاء کے جوابات اور تصانیف و تالیف کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔"؎۵

حضور مفتیٔ اعظم کے وصال ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) - ۱۴۰۲ھ (۱۹۸۱ء) کے بعد آپ کی شخصیت و کرامات حیات و خدمات جیسے اہم موضوعات کے حوالے سے اکثر مصنفین کی تصنیفی خدمات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہو کر شرف قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔ جن میں ضخیم کتب کے علاوہ کتابچے پر مغز و فکر انگیز مجموعۂ مقالات اور رسائل و جرائد میں اشاعت پذیر معیاری مضامین و آرٹیکل بھی ہیں۔ اس ضمن میں چند کتب و رسائل کے اسمائے گرامی سے اپنے قارئین کو متعارف کرانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

مدیر ماہنامہ یاسین ڈائجسٹ کانپور لکھتے ہیں۔

"اس سلسلے میں سرفہرست حضرت راز الہ آبادی کی کتاب "مفتیٔ اعظم ہند کی کرامات" ہے جو حضور مفتیٔ اعظم علیہ الرحمۃ کی حیات ہی میں شائع ہو کر مقبول خاص و عام ہو چکی تھی۔ جناب عبدالنعیم عزیزی کے قلم سے کئی کتابیں نکلیں، ان میں "مفتیٔ اعظم ہند" کو بہت ہی مقبولیت حاصل ہوئی" ؎۶

ان کے علاوہ الحاج نواب رحمت نبی خاں حیات (حیات مبارک و ملفوظات مفتیٔ اعظم، پندرہویں صدی ہجری اور منصب تجدید اور شیخ عالم در قبائے مفتیٔ اعظم) مولانا محمد اعظم ٹانڈوی (روشن ستارے) ۔ مولانا افتخار علی خاں (مرشد برحق) مولانا ریاست علی قادری (مفتیٔ اعظم ہند) ڈاکٹر شرافت اللہ (رہبر اعظم) مرزا عبدالوحید بیگ (حیات مفتی اعظم کی ایک جھلک) ایس اے طاہر فراست حسین (سوانح پاک مفتی اعظم) قاری امانت رسول (پندرہویں صدی کے مجدد) عطاء المصطفیٰ نظامی (بریلی کا تاجدار) صدر الدین رضانوری (عکس نوری) مفتی سلطان رضانوری (مجدد ابن مجدد) اور مولانا سعید احمد باندوی (عاشق مصطفیٰ) کی متعلقہ کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں ؎۷

اس کے علاوہ مختلف اخبارات، رسائل و جرائد نے آپ کی شخصیت سے متعلق مضامین سے مزین خصوصی شمارے شائع کر کے آپ کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔ جس میں مضمون نگار حضرات نے آپ کی حیات بابرکات اور خدمات کے بہت سے اہم گوشوں سے عوام الناس کو روشناس کرایا۔ جن میں ماہنامہ یاسین (کانپور) کا مفتی اعظم نمبر کے علاوہ چند ایک کے نام حسب ذیل ہیں:۔

ماہنامہ اعلیٰ حضرت بریلی - ماہنامہ استقامت کانپور - ماہنامہ فیض الرسول براؤں شریف - ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور - ماہنامہ حجاز دہلی - سہ ماہی دامن مصطفیٰ بریلی وغیرہ نے اپنے عظیم و ضخیم

نمبر شائع کیے۔"[۶] ےے۔

" اخبارات میں روزنامہ سیاست جدید کانپور۔ قومی آواز لکھنؤ۔ انقلاب بمبئی۔ آزاد ہند۔ کلکتہ۔ اخبار مشرق کلکتہ۔ افراد کلکتہ۔ اردو ٹائمز بمبئی۔ ہندوستان بمبئی۔ دعوت دہلی۔ (آرگن جماعت مودودی) الجمعیۃ دہلی (آرگن مسلک دیوبند) ملاپ دہلی۔ سالار بنگلور۔ آزاد بنگلور۔ سنگم پٹنہ۔ صدائے عام پٹنہ۔ قومی جنگ رام پور۔ تیرو نشتر کانپور۔ جنگ کراچی۔ جنگ لاہور۔ جنگ لندن۔ امروز لاہور۔ مشرق لاہور۔ نوائے وقت لاہور۔ نوائے وقت کراچی۔ حریت کراچی۔ ہفت روزہ نئی دنیا دہلی۔ بلٹز بمبئی۔ کلام مشرق کانپور۔ پندرہ روزہ رفاقت پٹنہ جیسے اردو اخبارات کے علاوہ انگریزی اور ہندی اخبارات میں ٹائمز آف انڈیا دکن ہیرالڈ ہندوستان ٹائمز۔ نو بھارت۔ ٹائمز۔ نوجیون۔ وشومانو۔ جاگرن۔ آج۔ سوتنتر بھارت۔ اجالا۔ نوین دنیا وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ےے[۹]

حالیہ چند برسوں میں کچھ اور کتابیں مزید منظر عام پر آئیں۔ جن میں "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" ۱۹۹۰ از محمد شہاب الدین رضوی ناشر رضا اکیڈمی بمبئی اور فکر انگیز مقالات کا دلکش مجموعہ "انوارِ مفتیٔ اعظم" اکتوبر ۱۹۹۲ میں المجمع الاسلامی مبارک پور کے زیر اہتمام رضا اکیڈمی بمبئی نے شائع کیا ہے۔ جس کی ترتیب و نظر ثانی حضرت علامہ مولانا محمد احمد مصباحی صاحب (استاذ مبارکپور یونیورسٹی ورکن المجمع الاسلامی) مدظلہ العالی نے کی ہے۔ اس کے علاوہ جناب مرزا عبد الوحید بیگ صاحب کی ایک اور کاوش ستمبر ۱۹۹۰ء میں ادارہ تحقیقات مفتی اعظم ہند بازار صندل خاں بریلی سے بنام "حیاتِ مفتیٔ اعظم" حصہ اول منظر عام پر آئی ہے، علاوہ ازیں ایک اور کتاب محمد سلطان رضا نوری صاحب نے "تذکرہ خلفائے مفتی اعظم" کے نام سے سپرد قلم کیا ہے جس کی پہلی اشاعت کا شرف ۱۹۹۰ میں مکتبۃ مصطفویہ، نینی تال روڈ بریلی کو حاصل ہے مگر افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ مصنف موصوف نے اس میں تحقیقی اصول کو یکسر نظر انداز کر کے مکھی پر مکھی مارنے کا فریضہ انجام دیا ہے۔ اس کے بہت سے مباحث و مضامین جناب شہاب الدین رضوی کی تصنیف "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" سے ماخوذ ہے۔ ریکارڈ درست رکھنے کی خاطر میں یہ بھی بتادوں کہ جناب شہاب الدین صاحب نے اپنی کتاب "مفتیٔ اعظم اور ان کے خلفاء" کا نام پہلے "تذکرہ خلفائے مفتیٔ اعظم" رکھا تھا اور اسی نام سے اشاعت کا اشتہار بھی دیا تھا جس کے لئے ماہنامہ سنی دنیا اعلیٰ حضرت۔ اشرفیہ کے ۱۹۹۰ اور اس کے ماقبل کے کچھ شماروں کے صفحات بطور گواہ کے ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ آج کل کتابوں کے نام یا مضامین وغیرہ کو

"اپنا لینے" کا فیشن عام ہوتا جارہا ہے۔ "خاکِ حجاز کے نگہبان" اور امام احمد رضا کی فقہی بصیرت" نامی کتابوں کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ کیا اردو ادب کا دامن اتنا تنگ ہے کہ اپنے مافی الضمیر کے اظہار کے لئے نئے الفاظ کے پیکر نہیں ملتے؟ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دنیائے سنیت کے معروف و مشہور صحافی جناب طیش صدیقی صاحب کانپوری کی سرپرستی میں نکلنے والا ماہنامہ یاسین ڈائجسٹ کے مدیر اپنے تلخ تجربات کی روشنی میں اپنے کرب کا اظہار کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

○○ "سب سے زیادہ اہم اور اپنے عمدہ مضامین کے لحاظ سے قابل ذکر ماہنامہ استقامت کا "مفتیٔ اعظم ہند نمبر" تھا جس کو حضرت علامہ طیش صدیقی صاحب نے مرتب کیا تھا۔ بعد کے تمام نمبروں کی ترتیب اور مضامین کی تیاری میں اس نمبر سے مدد لی گئی۔ حد یہ ہے کہ ابھی حال میں ماہنامہ "حجاز" کا نمبر شائع ہوا تو اس کے تقریباً سارے مضامین استقامت سے ہی اخذ کئے گئے۔ یہ افسوس ناک بات ہے کہ ہمارے علماء میں مضمون نگاری اور تصنیف و تالیف کا ذوق بہت کم ہے۔ اس کا تلخ تجربہ ہمیں بھی ہو رہا ہے" ○○ ؎۱۰

جناب قمر الحسن بستوی کی ترتیب و ادارت میں زیور طباعت سے آراستہ ہو کر ایک اور کتاب ۱۹۹۲ء میں بنام "تجلیاتِ مفتی اعظم ہند" بھی مقبول خاص و عام ہوئی ہے جس میں مختلف عنوان سے ۱۰ مقالے، حدیثِ دل کے نام سے مقدمہ اور رضا اکیڈمی کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔ بطور تبرک اعلیٰ حضرت اور مفتی اعظم کا ایک ایک کلام بھی شاملِ اشاعت ہے۔ جائزہ اور مقدمہ مرتب نے ترتیب دیا ہے۔ ؎۱۱

رضا اکیڈمی (بانی و سرپرست عالی جناب محمد سعید نوری صاحب) بمبئی کے زیر اہتمام "صد سالہ جشن حضور مفتیٔ اعظم" (منعقدہ ۱۱، ۱۲، ۱۳ رجب ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۷، ۱۸، ۱۹ جنوری ۱۹۹۲ء) میں پڑھے گئے مقالات کا نصف یا (کچھ) زائد کا مجموعہ "تجلیاتِ مفتیٔ اعظم" میں شامل ہے۔ ۴ مقالات اور ایک عربی تقریر مع اردو ترجمے کے "انوار مفتی اعظم" میں اشاعت پذیر ہیں۔

"مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" اور "تذکرہ خلفائے مفتی اعظم" جیسی کتابیں اپنی غرض و غایت کا اظہار اپنے نام سے بھی کر رہی ہیں۔ مرزا عبد الوحید بیگ صاحب کی تصنیف "حیاتِ مفتیٔ اعظم" میں آپ کے خاندان، حسب و نسب اور شخصی پہلوؤں پر بھرپور روشنی ڈالنے کی کوشش کی گئی

ہے۔ مگر مصنف نے کہیں کہیں غیر مستند روایات کا بھی سہارا لیا ہے۔ بیگ صاحب جیسے بالغ نظر اور علمی شخصیت سے اس کی توقع نہیں کی جاسکتی۔ اس کے علاوہ فکر انگیز مقالات کا دلکش مجموعہ جو "انوارِ مفتیِ اعظم" کے نام سے اہل علم کے ہاتھوں میں آیا ہے۔ اس میں مندرجہ ذیل مقالہ نگاروں کی تخلیق شامل اشاعت ہے ● حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی۔ صدر شعبہ افتاء جامعہ اشرفیہ۔ مبارکپور۔ ● مولانا محمد احمد مصباحی۔ رکن المجمع الاسلامی و استاذ جامعہ اشرفیہ ● مولانا حافظ عبدالحق رضوی استاذ جامعہ اشرفیہ ● مولانا محمد عارف اللہ مصباحی استاذ فیض العلوم محمد آباد گوھنہ ● مولانا مبارک حسین مصباحی مدیر ماہنامہ اشرفیہ ● ارشاد احمد رضوی ● محمد شمس الدین ثاقب ● محمد قمر عالم اشرفی ● محمد شکیل اشرفی ● غلام جیلانی ● محمد عاقل رضوی ● سراج الحق چھپراوی ● محمد حسین رضا (متعلمین جامعہ اشرفیہ) شیخ جمال بن سلیمان مناع مصری (عربی تقریر) سابق استاد جامعہ ازھر مصر و مسلم یونیورسٹی علیگڑھ ہند۔

انوار مفتیِ اعظم میں ایک مقالہ کا عنوان ہے "تصانیف مفتی اعظم" مقالہ نگار لکھتے ہیں۔

○○ "حضور مفتی اعظم ہند علم و فضل کے تاجدار، کردار و عمل کے گوہر آب دار تھے۔ آپ ایک بافیض مدرس بھی تھے اور عظیم مرشد بھی، ایک پرخلوص داعی بھی اور ایک تحریک آفریں قائد بھی، آپ کی زندگی کا ایک ایک گوشہ دینی و ملی، سیاسی و سماجی خدمات سے لبریز ہے۔ ہر شعبۂ زندگی میں آپ کی پرخلوص کاوشوں کے قابلِ تقلید نقوش موجود ہیں۔ ان جملہ صفات کے جامع ہونے کے ساتھ ساتھ آپ ایک عظیم محقق و مصنف بھی ہیں اور قابل اعتماد فقیہ و مفتی بھی۔ آپ کی مطبوعہ تصنیفات بہت زیادہ نہیں، مگر جو ہیں ان سے آپ کے بے پناہ علم و فضل، ذہانت و طباعی، دور اندیشی اور ژرف نگاہی کا اندازہ ہوتا ہے۔ تلاش و جستجو کے بعد آپ کی تصنیفات کے متعلق اب تک جو علم ہوسکا ان کی مجموعی تعداد اڑتیس ہے" ○○ [۲]

مذکورہ بالا تمام کتب جن کا ذکر راقم نے ماقبل کے صفحات میں کیا ہے ان کی روشنی میں حضور مفتیِ اعظم کی تصنیفات و حواشی کے متعلق ایک تجزیہ پیش خدمت ہے۔ مقصد صرف اہل علم کی توجہ اور اصول تحقیق کے معیار کو برقرار رکھنے کی جد و جہد ہے کسی کی دل آزاری مقصود نہیں۔

جناب سلطان رضا صاحب نے کل ۲۸ کتب کی فہرست دی ہے [۱۴]۔ جناب مرزا عبدالوحید بیگ نے کل ۳۰ کتب کی فہرست شامل اشاعت کی ہے [۱۵]۔ لیکن "مفتیِ اعظم اور ان کے خلفاء" نامی کتاب کے تقدیم نگار جناب مولانا شاہد علی نوری صاحب نے اپنے "مقدمہ" بنام "حیات مفتیِ اعظم" میں کل ۴۵ کتابوں کا تعارف پیش کیا [۱۶]۔ نیز ۲۵ کتب کی ترتیب میں سنہ تالیف کا التزام بھی رکھا ہے۔ تصانیف

مفتی اعظم کے مضمون نگار نے جناب مولانا شاہد علی صاحب کی اس فہرست سے اختلاف کیا ہے (واضح ہو کہ مضمون نگار نے اس "مقدمہ" سے بھرپور استفادہ کیا ہے جس کا ثبوت آگے آرہا ہے) اختلاف کرنے کیلئے ان کے پاس ٹھوس ثبوت اور بنیادی سبب کیا ہے اس کا انھوں نے اظہار نہیں کیا ہے لیکن مضمون نگار نے شاہد علی صاحب کو ان کے ایک تسامح کی طرف ان الفاظ کے پیکر میں توجہ دلائی ہے۔ لکھتے ہیں۔

"نوٹ:۔ مسلّ الحسام الھندی لنصرۃ مولانا خالد نقشبندی کو "خلفائے مفتی اعظم" میں تصانیف مفتی اعظم کے تحت شمار کیا ہے، یہ صحیح نہیں ہے۔ یہ علامہ ابن عابدین کا مشہور رسالہ ہے جس کا حوالہ انھوں نے ردالمحتار میں بھی دیا ہے۔ ردالمحتار سے علامہ شامی کی ایک ایسی ہی عبارت فتاویٰ مصطفویہ میں نقل کر کے حضرت مفتیٔ اعظم نے اس کا ترجمہ کیا ہے جسے "عجلت" میں دیکھتے ہوئے اسے خود مفتیٔ اعظم کی عبارت سمجھ کر مذکورہ رسالہ کو مفتیٔ اعظم کا رسالہ سمجھ لیا گیا ہے جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے" ص ۱۷!

واقعتاً مضمون نگار کا یہ محاکمہ بروقت، برمحل اور نہایت درست ہے۔ احقر نے جب خود اس کی تحقیق کے لیے فتاویٰ مصطفویہ جلد اول کا مطالعہ کیا تو درست پایا۔ فتاویٰ مصطفویہ جلد اول کی عبارت خود حضور مفتیٔ اعظم کے قلم سے ملاحظہ کریں۔ علم غیب سے متعلق ایک سوال کے جواب میں آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"درمختار میں ہے تزوج بشھادۃ اللہ و رسولہ لم یجز۔ بل قیل یکفر۔ اس قیل نے ضعف و مرجوحیت تکفیر کا اشعار فرمایا۔ علامہ شامی قدس سرہ السامی نے اس قول پر ردالمحتار جلد ۲ میں تحریر فرمایا قال فی التتارخانیہ وفی الحجۃ ذکر فی الملتقط انہ لا یکفر لان الاشیاء تعرض علیٰ روح النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وان الرسل یعرفون بعض الغیب قال تعالیٰ فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول یعنی تاتارخانیہ اور حجہ میں فرمایا کہ ملتقط میں ذکر کیا کہ وہ کافر نہ ہوگا اس لیے کہ اشیاء، روح نبی اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر پیش کی جاتی ہیں اور بیشک رسل علیھم السلام بعض غیب کی معرفت رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلا یظھر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول پھر قلت لکھ کر مقطع کا بند یہ فرمایا جس نے وہابیہ کو بالکل ہی ذبح کر دیا اون کی رگ گردن یکسر

قطع فرمادی بل ذکروا فی کتب العقائدان میں جملة کرامات الاولیاء الاطلاع علی بعض المغیبات و ردوا علی المعتزلة المستدلین بھذہ الایة علی نفیھا بان المراد الاظھار بلا واسطة والمراد من الرسول الملک لا یظھر علی غیبہ بلا واسطة الا الملک اما النبی و الاولیاء فیظھرھم بواسطة الملک او غیرہ وقد بسطنا الکلام علی ھذہ المسألة فی رسالتنا المسماة سل الحسام الھندی لنصرة سیدنا خالد النقشبندی فراجعھا فان فیھا فوائد نفیسہ ۔ یعنی میں کہتا ہوں بلکہ بعض علماء نے کتاب عقائد میں ذکر فرمایا کہ اولیاء کو کرامات سے بعض مغیبات پر اطلاع ہے اور ان ائمہ نے معتزلیوں کا رد فرمایا جو اس آیت سے نفی غیب سے دلیل لاتے تھے کہ مراد آیت اظہار بلا واسطہ ہے اور مراد رسول سے ملک ہے یعنی نہیں مسلط فرماتا ۔ اپنے غیب پر کسی کو بلا واسطہ مگر ملک کو لیکن نبی اور اولیاء تو غیب پر انہیں بواسطہ ملک یا کسی اور واسطہ سے مسلط فرماتا ہے اور بے شک ہم نے اس مسئلہ پر کلام مبسوط کیا ہے ۔ اپنے رسالہ سل الحسام الھندہ لنصرة سید نا خالد النقشبندی میں تو اس کی مراجعت کرو اسے دیکھو کہ اسمیں فوائد نفیسہ ہیں ۔" [۱۸]

دراصل اس عبارت میں لفظ "ہم نے" سے جناب شاہد صاحب کو دھوکہ ہوا ہے ۔ واقعتاً یہ کلام حضرت شامی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہے ۔ حضور مفتی اعظم علیہ الرحمہ اس کے ناقل ہیں ۔ لھذا رسالہ سل الحسام الھندی لنصرة سید نا خالد النقشبندی حضرت علامہ شامی کا ہے اسے حضور مفتیٔ اعظم کی تصنیفات میں شامل کیا جانا غیر مناسب ہے ۔ اس طرف توجہ دلاکر مضمون نگار نے اہل سنت و جماعت کی پوزیشن اور سابقہ دیانت داری واضح کردی ہے ۔ جزاک اللہ خیر اب یقیناً مخالفین اہل سنت اس "بھول چوک" سے کوئی سیاسی فائدہ نہیں اٹھاسکتے ۔ فالحمد للہ ذلک لیکن اس محاکمہ کا سب سے زیادہ دلچسپ پہلو یہ ہے کہ مضمون نگار صاحب غلطی کا ازالہ کرتے ہوئے کئی غلطیوں کے شکار ہوگئے ہیں ۔ مختصراً حقیقت حال ملاحظہ کریں :۔

الف ۔ انھوں نے کتاب کا نام "خلفائے مفتی اعظم" رکھا ہے جبکہ اصل کتاب کا نام "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" ہے ۔

ب ۔ دوسری غلطی انھوں نے حوالہ نمبر ۱۳، ۱۶، ۱۹، ۲۱، ۲۳، ۲۹، ۳۰، ۳۹، ۴۰ کے متعلق کی ہے ۔ مذکورہ بالا حوالہ جات کو مضمون نگار نے "خلفائے حضور مفتی اعظم" نامی کتاب سے منسوب کیا ہے

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو یہ سارے حوالے "خلفائے حضور مفتی اعظم" میں مل سکتے ہیں اور نہ تو اس میں شاہد علی صاحب کا مقدمہ شامل ہے بلکہ اس نام سے کوئی کتاب ابھی تک اشاعت ہو کر بازار میں نہیں آئی ہے۔ بلکہ مذکورہ بالا حوالہ جات "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" ماخوذ ہیں۔ لیکن نہ جانے کیوں اصل مصدر سے توجہ ہٹا کر کسی اور کی محنت کسی اور کے نام سے منسوب کرنے کی "سعی محمود" کی گئی ہے۔

ج۔ تیسری غلطی مضمون نگار نے اپنے مقالہ میں یہ کی ہے کہ انھوں نے شاہد علی صاحب کی فراہم کردہ فہرست کتب کی کل تعداد ۴۵ میں سے صرف ایک کے غلط اندراج ہونے کا قطعی ثبوت کے ساتھ اختلاف کیا ہے جو واقعتاً صحیح ہے لیکن مضمون نگار کا یہ کہنا ہے کہ "تلاش و جستجو کے بعد آپ کی تصنیفات کے متعلق اب تک جو اعلم ہو سکا ہے ان کی مجموعی تعداد اڑتیس ہے" چہ معنی دارد۔ مفتی اعظم کی چھ کتابوں کو بلا کسی نقد جرح اور ٹھوس ثبوت کے خارج از فہرست کر دینا کہاں کا انصاف ہے ممکن ہے کچھ اذہان میں یہ خیال آتا ہو کہ مضمون نگار کے سامنے ہو سکتا ہے کہ "امفتی اعظم اور ان کے خلفاء" نامی کتاب نہ رہی ہو۔ لہٰذا یہ مقالہ نگار کی اپنی کوشش و جستجو ہے مگر میرے نزدیک ایسا سوچنا صحیح نہیں ہے کیونکہ مضمون نگار نے اپنے مضمون کی تیاری میں "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" نامی کتاب سے بھرپور استفادہ کیا ہے جس کے داخلی ثبوت ملاحظہ کریں۔

(۱) مقالہ نگار مفتی اعظم کی ایک تصنیف "طرق الھدیٰ والارشاد الی احکام الامارۃ والجہاد" کے تعارف میں لکھتے ہیں۔

"رسالہ ۸۰ صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ رام پور رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا مناظرۂ فرق اردو میں اندراج نمبر ۲۸۵ ہے حسنی پریس بریلی کا چھپا ہوا ہے اس رسالہ پر آخر میں حضرت صدر الافاضل مولانا نعیم الدین صاحب مرادآبادی، حضرت مولانا مفتی حسین صاحب سنبھلی، حضرت مفتی عبد السلام۔ حضرت مولانا حسنین رضا۔ حضرت مولانا عبد الحق۔ حضرت مفتی سید میاں اولاد رسول مارہروی۔ حضرت مفتی برہان الحق۔ مولانا محمد طاہر رضوی۔ مولانا محمد اسماعیل تلہری وغیرہم علیہم الرحمۃ والرضوان کی تصدیقات ہیں" ۔۔۔[۱]

ملاحظہ کریں اسی کتاب کا تعارف جو جناب شاہد علی رامپوری صاحب اپنے قلم سے لکھتے ہیں۔

"یہ رسالہ ۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ رام پور رضا لائبریری میں موجود ہے جس کا مناظرۂ فرق اردو میں اندراج نمبر ۲۸۵ ہے۔ حسنی پریس بریلی کا چھپا ہوا ہے۔ اس رسالہ پر آخر میں حضرت

صدر الافاضل، حضرت مناظر اعظم ہند، حضرت مفتی عبد السلام، حضرت برہان الحق، حضرت مفتی سید محمد میاں اولادِ رسول مارہری، حضرت مولانا حسنین رضا، مولانا محمد طاہر رضوی، مولانا محمد اسماعیل طاہری وغیرہم علیہم الرحمۃ الرضوان کی تصدیقات ہیں۔" [20]

(۲) مفتی اعظم ہند کی ایک اور کتاب "مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک" کی تعریف میں جناب مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں:-

"صولت پبلک لائبریری رام پور کی فہرست مطبوعات اردو (مناظرہ فرق) کے صفحہ ۱۲۴ سطر ۱۱ میں اس کتاب کو حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ کی تصنیف تحریر کیا۔ اندراج نمبر ۳۹۷ ہے کیفیت کے خانے میں یہ تحریر ہے کہ "مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک" اخبار نظام الملک کے ساتھ شامل ہے مگر کتاب طلب کرنے پر نہ مل سکی" [21]

اس کتاب کے تعارف میں شاہد علی رامپوری صاحب رقم طراز ہیں:-

"صولت پبلک لائبریری رام پور کی فہرست مطبوعاتِ اردو (مناظرہ فرق) کے صفحہ ۱۲۴ سطر ۱۱ میں اس کتاب کو حضرت مفتیٔ اعظم قدس سرہ کی تصنیف تحریر کیا۔ اندراج نمبر ۳۹۷ ہے۔ کیفیت کے خانے میں یہ تحریر کیا ہے کہ "مسلک مرادآباد پر معترضانہ ریمارک" اخبار نظام الملک کے ساتھ شامل ہے مگر کتاب طلب کرنے پر نہ مل سکی" [22]

ملاحظہ کریں ہر دو حضرات کی عبارتوں میں کتنی مماثلت ہے لہٰذا اس داخلی شہادت کی بنیاد پر یہ بات واضح ہوگی کہ مضمون نگار نے شاہد علی رام پوری کی تحقیقات و تحریرات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم نے اختصار کو ملحوظ خاطر رکھا ہے ورنہ اس طرح کی کئی داخلی شہادتوں کو پیش کیا جاسکتا ہے لہٰذا ان شواہد کی بناء پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ جب مضمون نگار شاہد علی رام پوری صاحب کی دیگر تحقیقات سے متفق ہیں تو پھر مفتی اعظم کی کتب کی تعداد ۳۸ کیوں بتلاتے ہیں۔ ۴۴ کیوں نہیں تسلیم کرتے؟ نیز اصل مصادر کو بتانے سے گریز کیوں کیا ہے؟ حقائق سے عوام کو کب تک بے خبر رکھا جائے گا۔ اس کے پیچھے کون سا "راز" کارفرما ہے مجھے نہیں معلوم۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ایک اہم گزارش:- آخر میں تمام اہل علم اور اہل قلم حضرات سے گذارش کرتا ہوں کہ وہ برائے کرم تصنیف و تالیف کے وقت علمی معیار، تحقیقی اسلوب اور حوالے کے التزام کو ملحوظ خاطر رکھیں تاکہ قارئین کسی بدگمانی کا شکار نہ ہوں۔

بلاوجہ تمام معاملات کو باعث نزاع بنادینا کہاں کی دانشمندی ہے۔ ہاں اگر شاہد علی صاحب کی فراہم کردہ فہرست کتب سے کسی کو واقعتاً اصولی اختلاف ہو تو براہِ کرم دلیل کی روشنی میں واضح کریں تاکہ مبالغہ آمیزی کی حوصلہ شکنی ہو اور خالصتاً تحقیقی بنیاد پر تحریروں کی عمارتیں کھڑی ہوں اور مخالفین کو طنز و مزاح کا موقع نہ ملے۔

نوٹ:۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی مندرجہ ذیل تصنیفات جناب مرتضیٰ علی رضوی، ساکن ۲۸۱ بانس منڈی بریلی کے ذاتی کتب خانے میں دستیاب ہیں۔ محققین حضرات رجوع کر سکتے ہیں۔ موصوف ہر ممکن تعاون فرماتے ہیں۔

۱۔ القول العجیب فی اجوبہ التثویب	
۲۔ طرق الھدیٰ والارشاد	مطبع حسنی پریس بریلی
۳۔ النکتہ علی براء کلکتہ	" " " "
۴۔ مسئلہ اذان کا حق فافیصلہ	" " " "
۵۔ مقتل کذب و کید	" " " "
۶۔ مقتل کذب اجہل	" " " "
۷۔ الطاری الداری لھفوات عبد الباری اول تا سوم	" " " "

[illegible]

۱۔ راز الہ آبادی صاحب اپنے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں ایک غریب خاندان میں پیدا ہوا۔ میرے والد بقید حیات ہیں۔ ان کا نام حاجی عابد علی شاہ ہے۔ ہم لوگ اصل میں علوی ہیں۔ میں ایک سال کا تھا جب ہی میں والدہ ماجدہ کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگیا۔ میری پرورش میرے دادا نے کی جو گورکھپور میں ریلوے ملازم تھے۔ پھر والد صاحب نے دوسری شادی کی تو مجھے الہ آباد لے آئے۔"

ایک سوال کے جواب میں مزید ارشاد فرماتے ہیں۔ "میں مذہب اسلام کا سختی سے پابند ہوں مجھے فخر ہے کہ میں مسلمان ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کا فرد ہوں۔ اور اپنے وقت کے روحانی پیشوا تاجدار اہل سنت، عارف باللہ، ولیٔ کامل، زبردست فقیہ حضرت مولانا محمد مصطفیٰ رضا نوری، مفتیٔ اعظم ہند بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید بھی ہوں۔ میرے سارے خاندان کے لوگ انھیں سے مرید ہیں

میری اہلیہ زبیدہ بیگم کو اپنی بیٹی فرمایا۔ اس کی خوش نصیبی ہے مگر کسی کو یہ درجہ نہیں ملا۔ انہی کی دعاؤں کا صدقہ ہے کہ میں آج بھی صراط مستقیم سے نہیں ہٹا۔ میں نے ایسا قطب عالم۔ صاحب کشف کرامات سخی اور قرآن و سنت پر عمل کرنے والا سالک بزرگ نہیں دیکھا۔ پوری دنیائے اسلام ان کے علمی اور روحانی کارناموں سے واقف ہے۔

(ماہنامہ "باجی" ترکمان گیٹ، دہلی۔ ماہ مئی ۱۹۹۳ء۔ ص ۲۶۔ ۲۸)

۲۔ ماہنامہ "نوری کرن" بریلی (خاص نمبر) شمارہ شوال۔ ذیقعدہ ۱۳۷۹ھ / اپریل مئی ۱۹۶۰ء ص ۹ کالم ۱۔

۳۔ ایضاً ص ۹ کالم ۱

۴۔ ایضاً ص ۹ کالم ۲

۵۔ ایضاً ص ۹ کالم ۲

۶۔ ماہنامہ "یسین" ڈائجسٹ کانپور۔ مفتیٔ اعظم نمبر۔ جنوری فروری ۱۹۹۲ء ص ۳۰ کالم ۲

۷۔ ایضاً ص ۳۱ کالم ۱

۸۔ ایضاً ص ۲۹ کالم ۲ ۹۔ ایضاً ص ۲۹ کالم ۱، ۲

۱۰۔ ایضاً ص ۳۰ کالم ۱

۱۱۔ تجلیات مفتیٔ اعظم مرتبہ قمر الحسن بستوی مولانا۔ اشاعت اول۔ ۱۴۱۲ھ / ۱۹۹۲ء ناشر رضا اکیڈمی ص ۲

۱۲۔ جناب محمد سعید نوری صاحب بانی و سرپرست رضا اکیڈمی بمبئی نہایت متحرک و فعال شخص ہیں۔ دور حاضر میں اہل سنت کو جماعتی اور تحریکی حیثیت سے فعال رکھنے میں آپ نے تاریخی اور بنیادی کردار ادا کیا ہے۔ خدمت خلق کا جذبہ آپ کے رگ و پے میں سمایا ہوا ہے آپ شیدائے مفتیٔ اعظم ہی نہیں بلکہ فدائے مفتیٔ اعظم بھی ہیں۔

۱۳۔ "انوار مفتی اعظم" مرتبہ محمد احمد مصباحی مولانا۔ اشاعت اول۔ اکتوبر ۱۹۹۲ء ناشر رضا اکیڈمی بمبئی ص ۱۶۰۔

۱۴۔ "تذکرہ خلفائے مفتی اعظم" از۔ سلطان رضا نوری مولانا۔ اشاعت اول۔ ۱۹۹۰ء ناشر مکتبہ مصطفویہ بریلی ص ۶۵۔ ۶۶

۱۵ - "حیات مفتی اعظم" مرزا عبد الوحید بیگ - اشاعت اول ستمبر ۱۹۹۰ء ناشر ادارہ تحقیقاتِ مفتیٔ اعظم ہند بریلی - ص ۳۶۲ - ۳۶۳

۱۶ - "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" - محمد شہاب الدین مولانا - اشاعت اول ۱۹۹۰ء ناشر رضا اکیڈمی بمبئی ص ۱۰۱

۱۷ - "انوار مفتی اعظم" مقالہ نگار محمد شکیل شیش گوحی - ناشر رضا اکیڈمی بمبئی - ص ۱۹۲

۱۸ - فتاویٰ مصطفویہ - مصطفیٰ رضا خاں - مفتیٔ اعظم - اشاعت دوئم - ناشر مکتبہ رضا بھیلپور - پیلی بھیت ص ۹ جلد ۱

۱۹ - "انوار مفتی اعظم" ص ۱۷۳

۲۰ - "مفتی اعظم اور ان کے خلفاء" مقدمہ شاہد علی ص ۹۶

۲۱ - "انوار مفتی اعظم" ص ۱۸۰

۲۲ - "مفتی اعظم اور ان کے خلفا" ص ۹۹

ادارہ شرعیہ کی مطبوعات

○ مفتی اشرف رضا قادری مصباحی نے ادارہ شرعیہ مینش مارکیٹ بلش روڈ بمبئی کے تحت مندرجہ ذیل کتب شائع کی ہیں ۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے رسائل میں دیدارِ الٰہی ۔ عظمت غوث اعظم ۔ عقائد حقہ اہل سنت وجماعت ۔ احکام وہابیت مفتی اشرف رضا قادری کی تصانیف میں مخزن الاعمال ۔ انوار درود و سلام ۔ معراجِ مصطفیٰ ۔ اسلامی بہنوں کے فضائل ومسائل ۔ شب برأت کے فضائل و اعمال رمضان المبارک کے فضائل ومسائل ۔ مناقبت غوث الوریٰ ۔ ذکر حضور مفتیٔ اعظم ہند ۔ ترانہ حشمتی اور تعارف علمائے دیوبند ۔ از ۔ مولانا شفیع اوکاڑوی علیہ الرحمہ ۔ "مقالہ نورانی" از بدرالعلما مولانا مفتی بدرالدین احمد صدیقی ۔ اس کے علاوہ زیر طبع کتابوں میں میلاد مصطفیٰ از شیر بیشہ اہل سنت مولانا حشمت علی خان ۔ اعلیٰ حضرت کی زیر طبع کتابوں میں "امور عشرین در امتیاز سنیین" تصورِ شیخ ۔ سائنس کا رد (قرآن سے زمین و آسمان کے غیر متحرک ہونے کا ثبوت) اور تمہید ایمان ہندی

امام احمد رضا کی تنقید نگاری میں اردو ادب

ضرب الامثال اور محاورے

از مولانا محمد ادریس رضوی
(کلیان - مہاراشٹر)

تنقید کے لغوی معنی کھرے اور کھوٹے کی پرکھ کے ہیں اور عبادت بریلوی کا کہنا ہے کہ "تنقید ادب کو مضبوط بناتی ہے اور وہی کام کرتی ہے جو چمن کے لئے باغبان کرتا ہے۔ یا کسی نو عروس کے لئے مشاطہ! اگر چمن ادب کو اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اس میں بہت سی ایسی خود رو جھاڑیاں اور درخت اگ آئیں گے جو نہ کسی دل کشی کا باعث بن سکیں گے اور نہ ان سے کوئی فائدہ پہنچے گا"

امام احمد رضا فاضل بریلوی اپنے چند معاصر علماء کی غلط تخلیق اور تحقیق پر اپنی تنقید کے ذریعہ سے لگام نہیں لگاتے تو اسلام کے اندر غلط عقائد اور باطل نظریات کی خود رو جھاڑیاں اسلام کے بیش بہا گل بوٹے کو ڈھانپ دیتیں۔ فاضل بریلوی نے اپنے قلم کی تلوار سے بو عقیدگی کی جھاڑیوں کو کاٹ چھانٹ کر تجدید احیائے دین، تحفظ ناموس رسالت اور سنت نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو عام کرنے کا کارنامہ انجام دے کر اسلام کی باغبانی کا حق ادا کر رہا ہے۔ ناموس رسالت کی حفاظت کے لئے آپ کا قلم رعد و برق بن جاتا کبھی اغیار کی دیدہ دلیری پر اظہار افسوس کرتا اور کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا کے سہارے باطل عقائد کے بھانمتیوں کے کنبہ جوڑنے، پر تاسف کا اظہار کرتا تھا۔ منکر احادیث اور خود ساختہ مجتہدین پر تنقید کا اسلوب ملاحظہ فرمایئے۔ "جملہ امور مذکورہ جن جن میں گنجائش رائے زنی ہے محض اپنے اجتہاد سے پایہ ثبوت کو پہنچایئے اور این و آں و فلاں و بہما کا نام زبان پر نہ لایئے۔ ابھی ابھی تو کھلا جاتا ہے کہ برتے پر تتا پانی۔"

ملقب بلقب ص ۱۰

فاضل بریلوی حقیقت کی بازیافت کے لئے قرآن و احادیث اور اقوال ائمہ سے کثیر تعداد میں دلائل جمع کر کے اثبات کا یقین دلا کر باطل کے زعم کو تار عنکبوت ثابت کر کے تنقید کا پہلو اپناتے ہیں جو اردو ادب ضرب المثال اور محاورے سے پر ہوتا ہے۔ آپ نے مندرجہ بالا عبارت میں تنقید کے

ساتھ ادب کی تخلیق کرتے ہوئے ضرب المثل کی گرہ لگائی ہے کہ "کس برتے پر تتا پانی۔"

مطلق العنان مجتہدین کے بے جا استدلال پر فاضل بریلوی کی تنقید کا ایک اور اقتباس پڑھیے

"ذکر کلہ الامام ابن حجر فی الخیرات الحسان بالجملہ خابالغان رتبہ اجتہاد نہ اصلاً اس کے اہل نہ ہرگز یہاں مراد نہ کہ آج کل کے مدعیان خامکار جاہلان بے وقار کہ من و تو کا کلام سمجھنے کی لیاقت نہ رکھیں اور اساطین دین الہی کے اجتہاد پر کھیں۔ ملقب بلقب ۱۵

بربط تنقید پر اردو ادب کی شیرنی الفاظ و جملہ کی مدھربانی اور محاوروں کے برجستہ استعمال کا نظارہ دیکھیے۔" اللہ عزوجل کے حضور جانا اور اسے منھ دکھانا ہے۔ ایک ذرا دیر منھ زوری، ہماہمی ڈھٹائی ہٹ دھرمی کی نہیں ہی آدمی اپنے گریباں میں منھ ڈالے اور ان اکابر عظام کے حضور اپنی لیاقت قابلیت کو دیکھے بھالے دیکھے تو کہیں تحت الثری تک بھی پتہ چلتا ہے ایمان نہ لگے تو ان کے ادنی شاگردان شاگرد کی شاگردی و کفش برداری کی لیاقت نہ نکلے۔ خدارا جو شکار ان شیران شرزہ کی جست سے باہر ہو لومڑیاں گیدڑ اس پر ہمکنا چاہیں ہاں اس کا ذکر نہیں۔" ملقب بلقب ص ۱۶

فاضل بریلوی کی تنقید نگاری میں عربی و فارسی کے الفاظ کثرت سے ملتے ہیں۔ اس سے ان کی نثر نگاری بوجھل نہیں ہوئی ہے بلکہ وہ عمدگی، کیف آوری اور اثر انگیزی کا مرصع بن گئی ہے۔ نثر مقفی اور نثر مسجع کے استعمال سے طرز اسلوب کی خصوصیات میں چار چاند لگ گئے ہیں۔ نثر میں شاعرانہ بانکپن کی جھلک دیکھیے" دہلوی مجتہد کی حدیث دانی اور ایک ہی مسئلہ میں اتنی گل فشانی، حضرت کو ضعیف محض و متروک میں تمیز نہیں، تشیع و رفض میں فرق نہیں، فلاں یغرب و فلاں غریب الحدیث میں امتیاز نہیں، غریب و منکر میں تفرقہ نہیں، فلاں یہم کو وہی کہنا جانیں، لہ اوھام کا بھی مطلب مانیں حدیث مرسل تو مردود و مخذول اور عنعنہ مدلس ماخوذ و مقبول، ستم جہالت کہ وصل متاخر کو تعلیق بتائیں مثلاً محدث کے رواۃ مالک عن نافع عن ابن عمر حدثنا بذلک کو ہضم کر جائیں۔ صحیح حدیثوں کو نری زبان زوریوں سے مردود و منکر و واہیات بتائیں۔ حدیث ضعیف جس کے منکر معلول ہونے کی امام بخاری وغیرہ اکابر ائمہ نے تصریح کی حضرت محض بیگانہ تقریروں سے اسے صحیح بتائیں۔ ضعف حدیث کو ضعف رواۃ پر مقصود جانیں۔ ہنگام ثقہ رواۃ علل قوادح کو لاشے مانیں۔ معرفت رجال میں وہ جوش تمیز کہ امام اجل سلیمن اعمش عظیم القدر جلیل الفخر تابعی مشہور معروف کو سلیمن بن ارقم سمجھیں۔ خالد بن الحارث ثقہ ثبت کو خالد بن مخلد قطوانی کہیں، ولید بن مسلم ثقہ مشہور کو ولید بن قاسم

بتالیں۔ مسئلہ تقوی طرق سے نرے غافل، راوی مجروح و مرجوح کے فرق بدیہی سے محض جاہل۔"

ملقب بلقب ص ۱۷-۱۸

فاضل بریلوی کی تخلیقی اور تحقیقی صلاحیت اور ان کے دلائل کے انبار کو دیکھ کر اہل علم انگشت بدنداں تھے اور ہیں۔ اعلیٰ حضرت مکۃ المکرمہ میں قیام پذیر تھے کہ علمائے مکہ نے علم غیب سے متعلق سوالات لکھ کر بھیجا حوالے کے لئے کتابیں نہ ہوتے ہوئے بھی آپ نے صرف آٹھ گھنٹے میں چار سو صفحات کی کتاب الدولۃ المکیہ لکھ کر علمائے مکہ کے سامنے پیش کردی۔ ایسے عظیم محقق اور عبقری شخصیت کے سامنے خود ساختہ مجتہد محدث، مترجم اور مفسرین جانے والوں پر اعلیٰ حضرت نے عام بول چال کی زبان میں تنقید کر کے ان لوگوں کو ان تاجروں اور فنکاروں کی صف میں کھڑا کر دیا ہے۔ جو قلیل پونجی اور تھوڑے ہنر کے ذریعے سے بڑے دکاندار اور کامل فنکار سمجھنے لگتے ہیں۔ ایسے ہماشما کے لئے اعلیٰ حضرت کی نگارش کا انداز اور موزوں محاورہ کا استعمال دیکھیے۔ "کودن نااہل بکھاری ترمذی مشکوۃ کے ترجمے میں ہلدی کی گرہ پائیں اور پنساری بن جائیں"۔ ملقب ص ۱۹

اعلیٰ حضرت کے دور میں کئی نئے فرقے وجود میں آئے جو قرآن و احادیث میں من پسند تاویلیں کر کے خوش ہوتے اور بادل کی طرح گرجتے تھے۔ ان کی چوری اور سینہ زوری اور چڑھی ہوئی تیوری کی اعلیٰ حضرت نے اردو ادب اور تنقید کے توسط سے جو مصوری کی ہے اس کا مشاہدہ کیجیے۔ لکھتے ہیں "ادعائے باطل عمل بالحدیث پر کیا کیا ہملیاں توڑتے گھنگھور بادل گرمارہے ہیں۔" ایضاً ص ۲۱

حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "زمانہ فنا نہ ہوگا جب تک لات و عزیٰ کی پھر پرستش نہ ہو اور وہ یوں ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ایک پاکیزہ ہوا بھیجے گا جو ساری دنیا سے مسلمانوں کو اٹھالے گی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر ایمان ہوگا انتقال کرے گا جب زمین میں نرے کافر رہ جائیں گے پھر بتوں کی پرستش بدستور جاری ہو جائے گی۔" مسلم شریف بحوالہ ملقب ص ۳۵

محمد بن عبدالوہاب نجدی کا کہنا تھا کہ حدیث شریف میں جس میں ہوا کے چلنے کی خبر آتی ہے۔ وہ پاکیزہ ہوا چل چکی "تو نرے کافر رہ جائیں گے۔" کی زد میں محمد بن عبدالوہاب بھی آگیا۔ علامہ احمد یار خاں نعیمی "مرات المناجیح" باب قرب قیامت کی شرح میں لکھتے ہیں۔ "مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے تقویۃ الایمان میں لکھا کہ وہ ہوا چل چکی اور سارے مسلمان مشرک ہو چکے جس سے لازم آیا کہ مولوی اسماعیل اور ان کی ذریت بھی مرتد مشرک ہو چکے کیونکہ وہ بھی زمین پر رہتے تھے وہ کیسے

مسلمان رہ گئے۔ مسلمانوں کو مشرک بنانے کے شوق میں اپنے اور اپنوں پر بھی ہاتھ صاف کر گئے۔
جلد ۷، ص ۳۵۰

فاضل بریلوی نے ان دونوں حضرات کی غلط توجیہات کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے کھرا اور کھوٹا کے درمیان حد فاصل قائم کر دیا ہے۔ اپنے دام کھوٹے پرکھنے والے کا کیا دوس کے مثل اعلیحضرت نے ان کے چنان و چنین کی فہرست مرتب کر کے لوگوں کو بتا دیا ہے کہ وہ لوگ جو دام بچھاتے تھے اس میں وہ خود ہی گرفتار ہو گئے ہیں۔ اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ ان لوگوں پر صادق آنے والی پے در پے ضرب الامثال کا استعمال بھی کیا ہے۔ جس سے تحریر میں شگفتگی کا سماں پیدا ہو گیا ہے۔ اقتباس ملاحظہ کیجئے "اور وہ دونوں امام مغوی عوام خود اپنے اقرارات صریح سے کافر بے ایمان مشرک بت پرست شراب کفر سے مخمور و بدمست ہیں اقرار مرد آزار مرد چاہ کن را چاہ در پیش آسمان کا تھوکا حلق میں آیا تف بر ما بروئے خویش۔" مقلب بلقب ص ۳۶

مسلمانوں میں ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو کسی ایک امام کی تقلید کرنے کو جائز نہیں سمجھتا بلکہ چاروں ائمہ دین کے مسائل سے اس کو جو اچھا لگتا ہے اس پر عمل کرنے کو ترجیح دیتا ہے۔ ایسا کرنے میں کیا قباحت ہے۔ اس کے لئے کتاب کا مطالعہ کرنا ضروری ہے۔ یہاں پر اس سے متعلق فاضل بریلوی کی تنقید نگاری اور زبان و بیان پر کامل دسترس اور اسی مناسبت سے ضرب المثل کے استعمال کرنے کا منظر دیکھئے:۔۔۔" ناچار آپ ہی تاما تمنا شروع کیا کوس بھر مشرقی راستہ چلا پھر اسے چھوڑا جنوبی کو دوڑا پھر اس سے بھی منھ موڑا غربی کو پکڑا پھر اس سے بھاگ کر شمال پر ہو لیا اس سے پلٹ کر پھر مشرقی پر آیا۔ تیلی کے سے بیل کو گھری کوس پچاس۔" ملقب بلقب ص ۳۷

فاضل بریلوی اسلام کے عظیم سپاہی تھے اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی حفاظت اور پاسبانی کے لئے ہی پیدا فرمایا تھا اس مقصد کے پیش نظر ان کی تنقید نگاری کو تشدد، تعصب اور کج بحثی سے بالاتر مانا جائے کہ ملک کے وفادار سپاہی کا کام ملک کی حفاظت کرنا ہوتا ہے۔ ملک پر بری نگاہ ڈالنے اور تخریب برپا کرنے والوں کو اس کے حال پر چھوڑ دینا برائی کو بڑھاوا دینا ہے۔

امام احمد رضا بحیثیت بین الاقوامی سائنس داں

از - سید عتیق الرحمن شاہ رضوی (پاکستان)

میری دیرینہ خواہش اور آرزو تھی کہ میں امام احمد رضا خاں المعروف اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا جدید سائنس کے حوالے سے خدمات کا مطالعہ کر کے عوام کے سامنے پیش کروں جن سے بیگانے تو بیگانے اپنے بھی واقف ہیں امام احمد رضا خاں کی سائنسی خدمات اور علمی کاوشوں کو احاطہ تحریر میں لانا ایسے ہے جیسے زمین کی وسعتوں اور آسمان کی بلندیوں کی پیمائش کرنا گو یہ ممکن ہے لیکن مشکل ضرور ہے میری تعلیمی مصروفیت بھی مرے اس ارادے کی تکمیل میں رکاوٹ تھی اب چونکہ مجھے دورہ حدیث شریف (ایم اے) کے امتحان کے سلسلہ میں سائنسی دنیا میں مسلم مفکرین کی خدمات کے عنوان پر مقالہ لکھنا پڑا اور یں سلسلہ میری تمنا تھی کہ دیگر مسلم سائنسدانوں کی خدمات کا اجمالاً جائزہ لے کر امام احمد رضا کی کاوشوں پر مفصل بحث کروں پھر میں نے اس سلسلہ میں انوار رضا اور دیگر چند کتب سے استفادہ کیا بالخصوص میرے مخلص دوست ڈاکٹر محمد مالک ایم بی بی ایس نے اس موضوع پر میری جو رہنمائی کی ہے وہ میرے اس رسالے میں جان کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام احمد رضا کے بارے میں، ہم اس مختصر رسالے میں اشارتاً چند بحثیں کریں گے لیکن آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ امام احمد رضا نے اس قدر کثیر سائنسی علوم پر مباحث کئے کہ ان کو احاطہ تحریر میں لانا بہت مشکل ہے۔ مثلاً پانی میں رنگ ہے یا نہیں پانی کا رنگ سفید ہے یا سیاہ؟ پانی میں مسام ہیں یا نہیں؟ آئینہ میں اپنی صورت کے علاوہ پیچھے والی اشیاء کس طرح دکھائی دیتی ہیں؟ جنسی شعاع رنگین تاریکی میں موجود رہتے ہیں پتھر کس طرح بنتا ہے پارہ آگ پر کیوں نہیں ٹھہرتا؟ سونے چاندی پگھلنے کا سبب؟ رنگین پیشاب کا جھاگ سفید کیوں معلوم ہوتا ہے؟ پتھروں کی اقسام برف کے سفید دکھائی دینے کی وجہ اجزائے ارضیہ بلاواسطہ بھی آگ ہوجاتے ہیں۔ مٹی کی اقسام و درجہ بندی موتی شیشہ بلور پیسنے سے خوب سفید کیوں ہوجاتے ہیں؟ ایٹم (Atom) نور (light) آواز (Sound) کیمسٹری جیومیٹری بیالوجی فزکس الجبرا (Algebra) ٹرگنومیٹری (Trignometry) لوگرتھم (Logarthim) اسقاط حمل مصنوعی اعضاء جنسیات (Embryology) طاعون (Plague) جذام - (leprosy)

ان کے علاوہ امام احمد رضا نے کئی سائنسی مسائل پر بحث کی ہے ان کا علمی شاہکار فتاویٰ رضویہ جو بارہ ہزار صفحات پر پھیلا ہوا ہے محققین نے لکھا ان کی تصانیف ایک لاکھ سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی ہیں امام احمد رضا کو سو سے زائد علوم پر مہارت حاصل تھی۔

حافظہ:۔

جن میں مخلصم ڈاکٹر محمد مالک ۱۰۵ علوم کو احاطہ تحریر میں لا چکے ہیں۔ جن کے حافظے کی یہ کیفیت تھی انوار رضا ۳۷۳ میں ایم حسن ملک پوری کے حوالے سے اس کی ایک مثال حاضر ہے کہ ان کے شاگرد کے پاس ایک مرثیہ ورثے کی تقسیم کے سلسلہ میں پندرہ بطن کا مناسخہ آیا۔ انہوں نے دو راتیں اور ایک دن مسلسل محنت کے بعد اس کا جواب تیار کیا ایک ایک پیسے اور درجنوں وارثوں کا حق قلمبند کر کے امام احمد رضا کے پاس گئے تاکہ غلطی ہو تو اصلاح کر دیں انہوں نے فل اسکیپ کے دو صفحات پر مشتمل استفتاء کو پڑھا صرف سوال ہی ختم کیا کہ امام احمد رضا نے جواب سنے بغیر فوراً پندرہ پشتوں کے فرجنوں ورثا کا حساب بتانا شروع کر دیا۔

خیر اب ہم انتہائی مختصر انداز میں جدید سائنس میں امام احمد رضا کی خدمات کا ان کی تصانیف کو سامنے رکھ کر جائزہ لیتے ہیں جن کو پڑھ کر ہم یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہونگے ایک مسلم سائنس داں کی حیثیت سے امام احمد رضا نے اسلام کے نظریات کا کس طرح تحفظ کیا اور قرآن وحدیث کے اصولوں سے متصادم نظریات کو کیسے رد کیا؟ اور اپنی فکر انگیز تحقیقات سے انگریز سائنس دانوں سے اسلام کا لوہا منوا کر یہ ثابت کر دیا کہ سائنس اسلام کے تابع ہے اسلام سائنس کے تابع نہیں یہ امام احمد رضا کا بنیادی نظریہ تھا۔

امام احمد رضا اور الٹرا ساؤنڈ

الٹرا ساؤنڈ کا تعلق علم جنسیات (Embryology) سے ہے اگر ہم ماضی کی تاریخ کی اوراق گردانی کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ امام احمد رضا سے جب سوال کیا گیا کہ انگریز نے ایک ایسی مشین ایجاد کی ہے جس کے ذریعہ ماں کے پیٹ میں موجود (لڑکا / لڑکی) کو معلوم کیا جاسکتا ہے تو امام صاحب نے اس سوال کے جواب میں ایک تحقیقی رسالہ "الصمصام علی مشکک فی آیت علوم الاحارم تحریر فرما کر میڈیکل کے مضمون ایمبریالوجی پر زبردست بحث کرتے ہوئے ایسے نفیس انکشافات کئے کہ انسانی عقل کو ورطہ حیرت میں ڈال دیا اور پھر اللہ کی عظمت (Supermacy) کو برقرار رکھتے

ہوئے غیر مسلم سائنس دانوں کے باطل نظریات کا خوب اپریشن کر کے اسلامی نظریہ (Islamic Theory) پیش کر دیا۔

امام احمد رضا اور نظریہ طاعون (PLAGUE)

عالمی مسلم سائنس داں امام احمد رضا نے میڈیکل سائنس کے اس مضمون (Plague) پر ایک حیران کن تحقیق کرتے ہوئے "تیسیر الماعون السکن فی الطاعون" نامی رسالہ لکھ کر میڈیکل سائنس کے باطل اور جھوٹے نظریات کو چیلیج کیا اور یہ ثابت کیا ہے کہ کسی وبا کے بارے میں اسلامی نظریہ یہ ہے کہ جہاں ہو وہاں جانے سے گریز کیا جائے اور جہاں یہ مرض ہو اس سے بھاگنا نہیں چاہیے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے طاعون سے بھاگنے کو میدان جنگ سے فرار کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اس فعل کو گناہ کبیرہ قرار دیا اور صبر و استقامت سے رہنے والے کو شہادت کے درجہ کی خوش خبری سنائی۔ آمین ثم آمین!

امام احمد رضا اور ریاضی (MATHEMATIC)

امام احمد رضا کو ریاضی (Mathematics) کی متعدد شاخوں اور اس سے متعلقہ مختلف علوم پر مہارت تامہ اور مکمل دسترس حاصل تھی جن میں چند کو ہم نے ابتدائی صفحات میں اشارتاً ذکر کر دیا۔ امام احمد رضا نے تقریباً ریاضی پر ۴۷ کتب تصنیف فرمائی ہیں چند جھلکیاں قارئین ملاحظہ فرمائیں۔ مقبول جہانگیر صاحب کی تحقیق انوار رضا صفحہ ۳۷۴ کے حوالے سے عرض کرتا چلوں کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ڈاکٹر سر ضیاء الدین جن کا بر صغیر کے بلند پایہ ریاضی دانوں میں شمار ہوتا ہے) کو جب ریاضی کے کسی مسئلہ میں اشتباہ ہوا اپنی اس پیچیدگی کے ازالے کے لئے جرمنی جانے کا ارادہ کیا تو یونیورسٹی کے شعبہ دینیات کے ناظم سید سلیمان اشرف کے مشورے پر امام احمد رضا کے پاس ہندوستان (بریلی) میں پہنچے تو امام صاحب نے فوراً مسئلہ حل کر دیا ڈاکٹر صاحب حیران ہو گئے اور امام احمد رضا کی عظمت کا اعتراف کرتے ہوئے بہت کچھ لکھا اس طرح ایم حسن امام ملک پوری ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی تحقیق انوار رضا صفحہ ۳۱۵ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں انہوں نے امام احمد رضا کی عظمتوں کا اعتراف کرتے ہوئے لکھا امام احمد رضا کی اصل تصنیف "فتاوی رضویہ" کے نام سے مشہور ہے جس کی ضخیم بار جلدیں ہیں اس کی پہلی جلد کا پہلا حصہ (کتاب الطہارہ) اس وقت میرے زیر مطالعہ ہے اس کی اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ امام احمد رضا علم دین کے بحر بیکراں ہیں

علم ریاضیات مادیات فلکیات اور علم ریاضی و ہندسہ کے اتھاہ سمندر ہیں اس کے بعد موصوف نے فتاوی رضوی صفحہ ۳۲۱ کے حوالے سے امام احمد رضا کی طویل عبارت جو کنویں کے پانی (دو در دہ کے مسئلہ) سے متعلق سوال کے جواب میں تھی کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کنواں مذکورہ کی صحیح دریافت یعنی ۳۵،۴۴۹ ہاتھ کی دریافت کے لئے امام احمد رضا نے علم الحساب کی کس باریکی کا سہارا لیا ہے اس کا اندازہ ایک ماہر علم ریاضی و ہندسہ ہی لگا سکتا ہے اس کے بعد موصوف نے طویل صحت جو کہ ریاضی سے متعلق ہے کی ہے جس کے حرف حرف سے امام احمد رضا کی عظمتوں کی شعاعیں پھوٹتی نظر آتی ہیں۔ آگے جا کر لکھتے ہیں مگر امام احمد رضا کی تلاش حق نے یہاں بھی دم نہ لینے دیا اب آپ نے علم ریاضی کے اعلیٰ نصاب کی طرف توجہ فرمائی اور پھر آپ نے لوگر تھم (جو عربی میں اور عارشم اور انگریزی میں (Logarithim) کہلاتا ہے کی مدد سے امام احمد رضا نے دوسرا جدول تیار کیا جو دائرہ کے قطر و محیط و مساحت کے درمیانی رشتہ کو بتانے کے لئے اپنی مثال آپ اور آئندہ نسل کے لئے بیش بہا تحفہ ہے۔۔ یاد رہے اگر عالمی مفکر اسلام امام احمد رضا کے فتاوی کا گہری نظر سے مطالعہ کیا جائے تو طلوع و غروب سحر صلوات خمسہ کے نظام الاوقات سمت قبلہ وراثت وغیرہا مسائل میں جہاں ریاضی کی ضرورت پڑتی امام صاحب جو ابجد یدریاضی اور سائنسی علوم کی روشنی میں صفحات بھر دیتے ہم نے اختصاراً کچھ مثالیں ذکر کر دیں ہیں۔

امام احمد رضا اور کیمیاء (CHEMISTRY)

علم کیمیاء (Chemistry) جو کہ سائنس کی اہم شاخ تصور کی جاتی ہے پر بھی عالمی سائنس دان امام احمد رضا کو عبور حاصل تھا فتاوی رضویہ جلد اول میں اس عنوان کے سلسلے میں کثیر مواد موجود ہے۔ مثلاً فرماتے ہیں جملہ معدنیات کا تکون گندھک (Sulphar) اور پارے (Mercury) کے ازدواج ہے گندھک نر ہے اور پارہ مادہ (فتاوی رضویہ) امام احمد رضا کی مراد اس عبارت سے کیا ہے اس سلسلے میں ایم حسن کی تحقیق سپرد قلم کرتے ہیں ایک عنصر دوسرے عنصر کے لئے کشش رکھتا ہے جس کے تحت دونوں قریب آتے ہیں پھر دونوں کے جوہر (Atoms) کے بیچ (Electron) کا لین دین ہوتا ہے تب جا کر ایک مرکب (نئی شئے) کی تشکیل ہوتی ہے عام طور پر (Electron) دینے والا (بالفاظ امام احمد رضا نر "عتیق" Donar اور لینے والا" بالفاظ امام رضا مادہ (عتیق) "Acceptor" کہلاتا ہے لہذا نر مادہ اور نکاح یا اتصال کی بابت تو موجودہ نظریہ اور

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے بیان میں کافی ہم آہنگی نظر آتی ہے اس کے علاوہ امام احمد رضا کے فتاوی رضویہ کے مذکورہ باب میں عمل احتراق (Combostion) اور ، Sanelting Roasting وغیرہ کے متعلق علم کیمیا (Chemistry) کے بارے میں بے بہا خزینہ موجود ہے جیسا کہ ایم حسن نے ذکر کیا ہے (دیکھیں انوار رضا صفحہ ۳۲۰) -

امام احمد رضا کا نظریہ ایٹم (ATOM)

یاد رہے کہ ۴۰۰ ء میں یونانی فلسفی دیموقراطس (Democritus) نے جزو لا یتجزی (Atom) کا نظریہ پیش کیا تھا سینکڑوں برس بعد ۱۸۹۸ء میں جے جے تھامس J J) Thamas) نے اس کے خلاف یعنی جزو لا یتجزی کے بطلان کا نظریہ پیش کیا یعنی ایٹم توڑا جا سکتا ہے کا دعوی اس نے کیا چونکہ یہی دور بین الاقوامی سائنس داں امام احمد رضا کا تھا انہوں نے اسلام سے متصادم اس نظریہ کا رد کرتے ہوئے اپنی ایک تحقیقی تصنیف الکلمۃ الملھمۃ فی الحکمۃ المحکمۃ صفحہ ۱۳۷ مطبوعہ دہلی میں جو اسلام سے متصادم سائنسی نظریات کے رد بلیغ پر مشتمل ہے جے جے تھامس کے باطل نظریہ کو چیلنج کیا۔

امام احمد رضا اور فزکس (PHYSICS)

عالمی سائنسداں امام احمد رضا کو سائنس کے مضمون طبیعات (Physics) پر بڑی مہارت حاصل تھی انہوں نے اس موضوع پر ایک رسالہ) الدقۃ والبیان لعلم الرقۃ والسیان) تصنیف فرمایا جس میں انہوں نے مادہ جامد اور جاری کے بارے میں زبردست بحث کی ہے علاوہ ازیں انہوں نے " الکشف شافیا حکم فونوجرافیا " لکھ کر جدید ٹیکنالوجی کے ماہرین کو حیران کر دیا امام احمد رضا نے آواز (Sound) پر خالص سائنسی تحقیقی بحث کرتے ہوئے اپنے اس رسالے میں کئی مسائل ذکر کئے جن میں سے چند درج ذیل ہیں آواز کیا شئے ہے؟ یہ کیوں پیدا ہوتی ہے؟ کیوں اسے سنا جاتا ہے؟ بعد از حدوث باقی رہتی ہے یا ختم ہو جاتی ہے؟ آواز کنندہ کی طرف اس کی اضافت کیسی ہے؟ اس کی موت کے بعد بھی باقی رہ سکتی ہے یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ نیز امام احمد رضا نے اپنے ملفوظات میں بھی آواز کے نظریہ تموج کو بیان فرمایا ۔ ڈاکٹر محمد مالک کہتے ہیں گویا یہ نظریہ تموج (Wave Theory) امام موصوف کے دماغ کا کرشمہ تھا ایک طرح سے آپ آواز کے نظریہ تموج کے بانی ہیں جس طرح آکسیجن (Oxygen) بیک زمانہ تین اشخاص لوائشے ، پریسلے اور اسکیل نے ایجاد کی ہے امام احمد رضا کے

نظریات جدید ماہرین فزکس کے لئے دعوت فکر ہیں علاوہ ازیں امام احمد رضا نے فتاوی رضویہ جلد اول میں نور (light) جو کہ فزکس کی اہم شاخ ہے کہ متعلق بحث کی ہے ایک مقام پر یوں رقم طراز ہیں "زاویہ "انعکاس ہمیشہ زاویہ شعاع کے برابر ہوتے ہیں (فتاوی رضوی جلد اول صفحہ ۵۹۱) یہ نظریہ آج کل انعکاس نور Reflection of light کہلاتا ہے۔

امام احمد رضا اور انگریز سائنسدانوں کا تعاقب

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ ۱۵۳۰ء میں کوپر نیکس نے مسئلہ حرکت زمین پیش کیا اسی طرح آئن سٹائن (جو امام احمد رضا کا ہم عصر تھا) اور نیوٹن اور امریکی ہیئت دان پروفیسر البرٹ ایف پورٹا اس کے ہم نوا بن گئے۔ ان سائنس دانوں نے مل کر آسمان و زمین متحرک اور سورج کے سکون کے نظریہ کو تقویت پہنچائی آخر کار امام احمد رضا نے بحیثیت مسلم سائنس داں متذکرہ سائنس دانوں کے باطل نظریات کو جو اسلام کے سنہری اصولوں سے ٹکرا رہے تھے کو رد کرتے ہوئے تین تصانیف تحریر فرمائیں ۱۔ معین مبین بہر دور شمس و سکون زمین ۲۔ نزول آیات قرآن، بسکون زمین و آسمان ۳۔ فوز مبین در رد حرکت زمین اس آخری رسالے میں امام احمد رضا نے انگریز سائنس دانوں کا زبردست تعاقب کیا ان کے باطل نظریات اور قرآن و حدیث سے متصادم غلط افکار کو چیلنج کیا انہوں نے اپنے اس رسالے میں ۱۰۵ دلائل کی روشنی میں اپنا نظریہ بیان کر کے اسلام کی سرحدوں کا دفاع کیا اور اسمیں امام احمد رضا نے فزکس (Physics)، کیمیا (Chemistry) جغرافیہ، ہیئت (Astromomy) کمیت اور وزن (Mass and weight)، نجوم (Astrology) کشش ثقل (Gravitation) اور Density سیاروں ستاروں کی چال نظریہ اضافت (Theory of Relativity) اچھال تیراؤ (Floating) دخان (Smoke) بخارات (Vapors) حرارت (Heat) جزو لا یتجزیٰ (Atom) لوگارتھم (Logarthim) مساوات فیکٹر ڈائنامکس (Dynamics) محرک (Progectile) جیومیٹری (Geometry) ٹرگنومیٹری (Trignometry) اور مثلث کروی وغیرہ کا استعمال کر کے انگریز سائنس دانوں کے باقاعدہ اسماء لیکر ان کے غلط نظریات کو چیلنج کیا اور آخر دم (۱۹۲۱ء) تک فرماتے رہے فاتوا برھانکم ان کنتم صادقین اگر تم سچے ہو مگر حق ہمیشہ غالب اور باطل ہمیشہ مغلوب رہا تو اس طرح امام احمد رضا نے اپنی ۶۵ سالہ مختصر زندگی میں جہاں دینی علوم میں اپنی خداداد بصیرت کو

استعمال کیا وہاں جدید سائنسی علوم پر بھی انہوں نے بحث کی اور ہمیشہ دشمنان اسلام کے حملہ کو ناکام بنا کر اسلام کی حقانیت کا اعلان بہانگ دہل کرتے رہے اللہ تعالیٰ ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطاء فرمائے اور ہمیں بھی توفیق عطاء فرمائے کہ دین اسلام سے متصادم نظریات کو کبھی قبول نہ کریں

امام احمد رضا کا نظریہ جذام LEPROSY

بین الاقوامی مسلم سائنسداں امام احمد رضا نے Leprosy پر تحقیق کی جو ایک جلدی مرض ہے آج کل اس کے علاج معالجہ کے لئے دنیا بھر میں (Leprosy Centres) موجود ہیں میڈیکل سائنس کا سالہا سال سے یہ نظریہ رہا ہے کہ جذام متعدی مرض ہے جس کو میڈیکل کی نصابی کتاب (Davidson Medecine) میں بڑے زور سے بیان کیا گیا ہے لیکن امام احمد رضا نے اسلامی سرحدوں کا تحفظ کرتے ہوئے قرآن و حدیث سے انوکھے انداز میں میڈیکل سائنس کے اس غلط نظریہ کو رد (Reject) کر دیا اور جذام پر ایک حیرت انگیز تحقیقی رسالہ "الحق المجتلی فی حکم المبتلی" تصنیف کر کے انگریز سائنس دانوں کے غیر اسلامی نظریے کو چیلنج کیا میرے مخلص دوست ڈاکٹر محمد مالک کہتے ہیں چند برس قبل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج اور میو ہسپتال لاہور کے آڈیٹوریم میں لپروسی سیمینار میں ایک انگریز پروفیسر نے جب یہ انکشاف کیا کہ تجربات اور لیبارٹری کی (Muestiqations) نے یہ ثابت کیا ہے کہ Leprosy ایک غیر متعدی مرض ہے تو میڈیکل کے ماہرین ورطہ حیرت میں پڑ گئے حالانکہ یہی نظریہ سو سال قبل عالمی سائنس دان امام احمد رضا نے پیش کیا تھا اس کے بعد لاہور کے مختلف میڈیکل کالجز کے سینئر پروفیسر اور ہیڈ آف ڈیپارٹمنٹ نے تجربات اور لیبارٹری کی تحقیق کے بعد جنگ اخبار میں اپنے اپنے تاثرات میں واضح کیا کہ جذام نہ صرف متعدی مرض ہے بلکہ قابل علاج مرض ہے۔ مخلصم ڈاکٹر موصوف نے وضاحت کی کہ ان کے پاس ملکی و غیر ملکی لٹریچر موجود ہے جس میں leprosy کو ۹۰ فی صد غیر متعدی قرار دیا گیا ہے

(بشکریہ تحریک اصلاح معاشرہ۔ بلوچستان پاکستان)

رضانامے

سید عبدالجلیل رضوی - خطیب و امام عبدالسلام مسجد - عبدالرحمان اسٹریٹ، بمبئی ۳

سیدنا اعلحضرت عظیم البرکت مجدد اعظم دین و ملت امام احمد رضا خاں رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تعلیمات میں دینی و دنیوی سارے مسائل کا حل بحسن و خوبی موجود ہے۔ آج ان ایمانی و عرفانی تعلیمات کی پرزور اشاعت کی ضرورت ہے تاکہ امتِ مسلمہ زیادہ سے زیادہ فیض یاب ہو۔ خدا و رسول کے فضل و کرم سے یہ مبارک کام شروع ہو چکا ہے۔ ادارہ "تحریک فکر رضا" کا قیام بھی اس سلسلے کی ایک کڑی ہے، بڑی خوشی کی بات ہے۔ میں ادارہ کے تمام اراکین کو بہت بہت مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

مولانا امجد رضا خان - پٹنہ، بہار

خدا کرے آپ بعافیت ہوں۔ جب خیالات کے لین دین کا تسلسل منقطع ہوتا ہے تو عجیب طرح کی اجنبیت کا احساس ہونے لگتا ہے۔ آپ جس ماحول میں ہیں وہاں رضویت کی ہلچل ہے مگر یہاں اس تعلق سے مسلسل سکوت۔ اپنے موضوع "امام احمد رضا کی فکری تنقیدیں" کے تعلق سے میں بہت کوشاں اور فکر مند ہوں۔ کتابوں کی تلاش جاری ہے۔ مجھے امید ہے آپ نے بھی مجھے اس تعلق سے فراموش نہیں کیا ہوگا۔ میری فکری تگ و دو کی ساری جہت فاضل بریلوی ہی ہیں اس لیے بہت سے موضوعات پر میں نے کام کیا ہے اور دوسروں کا رجحان بھی اس طرف راغب کیا ہے۔ "قرآن، سائنس اور امام احمد رضا" کا انگریزی ترجمہ میں نے مکمل کروالیا ہے۔ اب بہت جلد اس کی اشاعت ہونے والی ہے "غزلیات رضا" کے نام سے میں نے حدائق بخشش کے وہ اشعار الگ کرلئے ہیں جو غزلیہ رنگ و آہنگ سے مزین ہیں۔ انشاء اللہ یہ کتاب انقلاب انگیز ثابت ہوگی۔ "افکار رضا" دیکھ کر دل باغ باغ ہوا اس کا اجرا قابل مبارکباد ہے۔

مولانا محمد ادریس رضوی ایم، اے جامع مسجد پتری پل، کلیان

دشمنوں کی یلغار اور اپنوں کی غفلت کے ردِ عمل کا نتیجہ ہے کہ علم و فضل کے آفتاب امام

احمد رضا کی عبقری شخصیت کو پروفیسر مسعود احمد کے ذریعہ سے دنیا کے دانشوروں نے جانا اور ہاتھوں ہاتھ لیا۔ امام احمد رضا کی حیات و خدمات کے مختلف گوشوں پر کام ہو رہا ہے۔ رضا کی عروجیت کا دور شروع ہو گیا ہے۔ ان کے نظریات اور علمی کاشت پر بے جا انگلی اٹھانے والوں کو ان کے اپنے اکابر کی کہی ہوئی باتوں کو گرہ میں باندھ کر وسعت قلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے " مولانا احمد رضا سے ہماری مخالفت اپنی جگہ تھی مگر ہمیں ان کی ذات پر بڑا فخر تھا۔ غیر مسلموں سے ہم آج تک بڑے فخر کے ساتھ یہ کہہ سکتے تھے کہ دنیا بھر کے علوم اگر کسی ایک ذات میں جمع ہو سکتے ہیں تو وہ مسلمان ہی کی ذات ہو سکتی ہے۔ دیکھ لو مسلمان ہی میں مولوی احمد رضا خاں کی ایسی شخصیت آج بھی موجود ہے جو دنیا بھر کے علوم میں یکساں مہارت رکھتی ہے۔ ہائے افسوس کہ آج ان کے دم کے ساتھ ہمارا فخر بھی رخصت ہو گیا"

علامہ محمد احمد مصباحی - اشرفیہ - مبارک پور

" افکار رضا" کا پہلا شمارہ نظر نواز ہوا۔ مختصر صفحات کو زیادہ مفید اور موثر بنانے کی آپ نے کوشش کی ہے۔ رب کریم مقبول عام و خاص بنائے۔ خط میں آپ نے ان علماء سے متعلق مضمون لکھنے کی فرمائش کی ہے جو دیوبندیت سے تائب ہوئے ہوں یا پہلے اس کی طرف ان کا میلان رہا ہو۔ انشاء المولیٰ تعالیٰ کسی فاضل کو اس طرف متوجہ کروں گا۔

مولانا محمد فروغ القادری - ڈائرکٹر سنی رضوی سوسائٹی انٹرنیشنل - ڈربن - جنوبی افریقہ

بخیر و عافیت ہوں۔ امید کہ آپ بھی احباب و اصدقاء بہمہ وجوہ بخیر و خوب ہوں گے۔ گذشتہ دنوں آپ کا مکتوب نامہ ملا تھا۔ تحریکی، تنظیمی اور تدریسی عنوان سے میری مصروفیت کچھ اس درجہ ہمہ گیر تھی کہ بہت چاہتے ہوئے بھی آپ کا جواب نہ لکھ سکا۔ اس غیر معمولی تاخیر پر میرے احساسات یقیناً زخمی ہیں۔ مغرب کا طریقۂ کار اس کے تبلیغی و اشاعتی خطوط مشرق سے مختلف ہوتے ہیں اپنی انفرادیت اور کثرتِ کار کا گام گام پر احساس رہتا ہے " کس قدر لذت کشود عقدۂ مشکل میں ہے " رنگ و بو کی اس دنیا میں مسلک اعلیٰ حضرت کی ترویج و اشاعت وسیع و عریض پیمانے پر جاری ہے اور ایک بار پھر مستشرقین یورپ نے امام احمد رضا کی عبقریت کو بسرو چشم تسلیم کیا ہے۔ گذشتہ چالیس سالوں میں

رضویات پر اتنا کام نہ ہو سکا جتنا اب ہو رہا ہے شاہراہ علم و فن کا آج کوئی گوشہ نہیں جہاں امام اہل سنت کی فکری و فنی تابناکیاں موجود نہ ہوں۔ ہندوستان کی بعض خانقاہوں کے سجاد گان اور پیشہ ور مقررین امام احمد رضا کے باب میں حد درجہ گستاخ ہیں۔ ان کی زبان بندی ضروری ہے۔ خصوصاً ہاشمی اور مدنی میاں نے جو زہر افشانیاں کی ہیں اس کی وجہ سے یہاں اور یورپ کے حساس مسلمانوں میں شدید غم و غصہ کی لہر پائی جاتی ہے اور طبائع مجروح ہیں۔ آپ لوگ اس سیلاب بلا پر جتنی جلد ہو سکے بند باندھیں اور قوم کی شیرازہ بندیوں میں لگ جائیں۔ افسوس! کہ جن کی حیات کا ہر ہر لمحہ اسلام و ایمان کی محافظت کے لئے وقف تھا جس نے ملت کی آبرو بچائی ہے آج چند سر پھرے سر بازار اسی کی آبرو سے کھیل رہے ہیں جن کی علمی تنوع کا آفاق اس درجہ وسیع ہے کہ جس میں ہزاروں جامعات گم ہیں۔ آج اسی آفاق پر کمندیں ڈالی جارہی ہیں۔ امام احمد رضا کو اپنے زمانے میں بھی ان حالات کا مقابلہ کرنا پڑا تھا مگر وہ سرتاپا مطمئن تھے۔

ایک طرف اعدائے دین ایک طرف حاسدین
بندہ ہے تنہا شہا تم پہ کروڑوں درود

اس وقت یہاں "سنی رضوی جامع مسجد" کی تعمیر زور و شور سے جاری اور اس حوالے سے میں مصروف کار ہوں۔ بقیہ حالات اچھے ہیں۔ احباب اہلسنت اور شرکائے کار کو سلام محبت کہہ دیں۔

علامہ اقبال احمد فاروقی۔ مدیر جہان رضا۔ مرکزی مجلس رضا۔ لاہور۔ پاکستان

سہ ماہی "افکار رضا" کا تازہ ایڈیشن موصول ہوا۔ ماشاء اللہ پہلے شمارے کی نسبت اس کا معیار بہت بلند ہے۔ مضامین کا انتخاب نہایت دل پسند ہے۔ آپ نے اسے علمی اور اطلاعاتی جریدہ بنانے میں بڑی کوشش کی ہے۔ اداریہ بھی نہایت محنت سے لکھا گیا ہے۔ ماشاء اللہ۔ میں آپ کی اس کوشش کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہوں۔ اگر آپ کی توجہ رہی تو میرا خیال ہے "افکار رضا" صحافتی اشاعت میں صف اول میں شمار ہوگا اور امام اہل سنت کے تعارف اور ترجمانی میں بڑا اہم کردار ادا کرے گا۔ ہمارے دینی رسالے عام طور پر وعظ و نصیحت کا کام کرتے ہیں۔ ان پر بھی پوری محنت اور توجہ نہیں دی جاتی آپ اسے اعلیٰ حضرت کے نظریات و تعلیمات کے لئے مخصوص فرمالیں۔ انشاء اللہ یہ اپنا مقام بنائے گا۔

لاہور میں جن علماء کرام نے آپ کے "افکار رضا" کو دیکھا آپ کو داد دی، کیا ایسا ممکن ہے کہ

آپ مجھے کم از کم دس پندرہ رسالے بھیج دیا کریں۔ تاکہ انہیں لاہور اور پاکستان کے اہل علم میں پھیلا دیا جائے۔

سید وجاہت رسول قادری (صدر) ادارہ تحقیقات امام احمد رضا۔ کراچی، پاکستان

"تحریک فکر رضا" کا سہ ماہی "افکار رضا" کا پہلا شمارہ موصول ہوا۔ آپ کی تحریک کا نعرہ (Slogan) "آپ سنی ہیں اور امام احمد رضا کو نہیں جانتے؟ تعجب ہے!!" ایک بہت فکر انگیز نعرہ ہے۔ یہ یقیناً غفلت میں پڑے ہوئے اہل سنت حضرات کے لیے ایک مہمیز کا کام دے گا اور ناواقف احباب کے فکر و ذہن کے دروازوں کو وا کرنے کے لئے ایک دستک ثابت ہوگا۔

"تحریک فکر رضا" کا قیام ایک مبارک قدم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مساعی جمیلہ کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور فروغ "مشن رضا" میں اسے ایک سنگ میل بنائے۔ آمین

ڈاکٹر محمد اقبال احمد اختر القادری۔ کراچی پاکستان

مرسلہ رسالہ "افکار رضا" کا شمارہ دسمبر ۹۵ء نظر نواز ہوا۔ دور جدید میں لٹریچر اور میڈیا کے استعمال کی جتنی اشد ضرورت آج مسلک کو ہے شاید کہ کبھی نہ رہی ہوگی۔ ایسے میں "افکار رضا" کی اشاعت اور بین الاقوامی سطح پر اجراء قابل تحسین اور لائق مبارکباد ہے۔ فقیر تمام احباب ادارہ کو مبارکباد پیش کرتا ہے۔

مولانا غلام جابر شمس مصباحی ایم اے، ڈائرکٹر، ادارہ افکارِ حق۔ بہار

سید عارف علی رضوی جو میرے مخلص دوست ہیں کے توسط سے سہ ماہی "افکار رضا" فردوس نظر ہوا۔ پڑھا تو اچھا پایا۔ آپ اپنے کو تنہا و فرومایہ ہرگز تصور نہ کیجئے۔ اس لئے کہ سنگریزہ کبھی گھڑا توڑ ڈالتا ہے اور خلوص نیت، خود اعتمادی اور خدا اعتمادی تو مومن کا سرمایۂ عظیم ہے۔ امام احمد رضا کی شخصیت اتنی جامع، متنوع اور گوناگوں ہے کہ جس زاویے سے دیکھئے ایک جہانِ نو نظر آتا ہے۔ امام احمد رضا کا قلمی جلال، تحریری جمال اور فکر و فہم کا جوبن کم لوگوں نے دیکھا ہے اور بہت کم جگہوں تک پہنچا ہے۔ دراصل یہ کمی و کوتاہی اپنوں کی تن آسانی اور غیروں کی حقائق سے چشم پوشی کا نتیجہ ہے۔ بفضلہ العظیم ربع صدی سے جو کام ہونے لگا ہے اب تک وہ ان کی خدمات کے تناسب سے نصف سے بھی کم ہے۔ حق یہ ہے اب ؎ مشرق و مغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے۔

" ادارہ افکارِ حق " بائسی پورنیہ ایک فعال و متحرک ادارہ ہے جو امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو بیک وقت تین زبانوں (اردو ، ہندی ، انگلش) میں چھاپنے اور مفت تقسیم کرنے میں مصروف ہے ۔ کام کا دائرہ مذہبی مراکز و مقامات کے علاوہ عصری درس گاہوں ، ان کے اساتذہ و طلباء تک پھیلا ہوا ہے ۔ اب تک ساٹھ ہزار کتب و رسائل اور پانچ ہزار اسٹیکرس مفت تقسیم ہو چکے ہیں ۔ ادارہ آپ کے رفیقِ سفر رہنے کا پابند ہے ۔

ڈاکٹر بیت اللہ قادری ۔ الامین میڈیکل کالج ۔ بیجاپور ۔ کرناٹک

" افکار رضا " نظر نواز ہوا ۔ تحریک فکر رضا کے قیام اور اس کے عزائم و مقاصد سے دل باغ باغ ہو گیا ۔ عروس البلاد میں تحریک فکر رضا کا قیام رضا اکیڈمی سے ہم آہنگی کے طفیل انشاء المولیٰ تعالیٰ طائرِ فروغِ فکرِ رضا کا دوسرا پر ثابت ہو گا ۔ فکر رضا کا یہ پہلو بہت اہم ہے کہ جہاد بالقلم زیادہ موثر ہے اور فکر رضا حرف و لفظ کی صورت ہی صفحہ دہر پہ ثبت ہے ۔ اہل سنت کو قرطاس و قلم سے قریب کئے بغیر خدمت دین کا ٹھوس اور پائیدار کام ممکن نہیں ۔ کم علم چرب زبانوں کے ہاتھوں اہل سنت کے کانفرنسی مزاج کے استحصال سے نجات کی شعوری کوشش نہ کی گئی تو اہل علم خود فتنۂ ہاشمی اور اسی نہج پر ابھرنے والے دوسرے فتنوں کو دیکھ دیکھ کر اپنی عدم توجہی کو کوسیں گے ۔

میں تمام اہل ثروت حضرات خصوصاً بمبئی کے مخیر حضرات سے مخلصانہ درخواست کرتا ہوں کہ فروغِ مسلک اعلیٰ حضرت کے لیے رضا اکیڈمی اور تحریک فکر رضا سے خصوصی تعاون فرمائیں ۔ میری دلی تمنا اور آرزو تو بس یہی ہے ؎

فروغ مسلک احمد رضا خاں جس کا مقصد ہو
پھلے پھولے ابد تک وہ ادارہ یا رسول اللہ

سید علی انجم رضوی ، دھولیہ ۔ مہاراشٹر

آپ کے عنایت کردہ " افکار رضا " کے دونوں شمارے بالاستیعاب پڑھے ۔ واقعی آپ نے ایک ایسی تحریک کی بنیاد ڈالی ہے جس کی فی زمانہ شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی ۔ کیونکہ آج کے اس مطالعہ کے دور میں امام احمد رضا سے متعلق لٹریچر کو منظر عام پر لانا نہایت ضروری ہے ۔ مخالفین اعلیٰ حضرت نے ایک منظم پروگرام کے تحت آپ کے خلاف غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں جس کی

بقیہ صفحہ ۱۰

شیخ احمد رضا حنفی پر تحقیقی کام قابل تحسین ہے۔ شیخ محمد بن علوی مالکی

ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کے وفد کی کراچی آمد پر ملاقات

عالم اسلام کی عظیم علمی شخصیت، مدرس مسجد حرام مکہ مکرمہ، فضیلۃ الشیخ علامہ ڈاکٹر سید محمد بن علوی مالکی الحسنی مدظلہ گذشتہ دنوں سعودی عرب مکہ مکرمہ سے ایک کانفرنس میں شرکت کی غرض سے پاکستان تشریف لائے۔ اس موقع پر کراچی میں ادارہ تحقیقات امام احمد رضا (رجسٹرڈ) پاکستان کے ایک دو رکنی وفد ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری اور عابد حسین شاہ نے حضرت سے ملاقات کی اور انھیں ادارہ کی جانب سے حضرت شیخ احمد رضا خان حنفی رحمۃ اللہ علیہ سے متعلق عربی کتب کا تحفہ پیش کیا۔ جسے حضرت شیخ السید محمد بن علوی مالکی مکی نے قبول فرماتے ہوئے نہ صرف پسند کیا بلکہ ادارہ کی بین الاقوامی زبانوں میں مطبوعات کی اشاعت کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے فرمایا کہ شیخ احمد رضا حنفی پر تحقیقی کام قابل تحسین اور لائق صد مبارکباد ہے، اس موقع پر ادارہ کے اشاعتی یونٹ "المختار پبلی کیشنز" کی جانب سے شائع کردہ حضرت علامہ کی تالیف "المولد النبوی الشریف" کے ۲۰۰ نسخے عرب دنیا میں تقسیم کیلئے حضرت شیخ موصوف کو پیش کئے گئے جس پر انھوں نے ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ادارہ کے وفد کو مکہ مکرمہ شریف آنے کی دعوت دی نیز اپنی تالیفات کا تحفہ ادارہ کی لائبریری "گوشہ محققین" کے لئے عطا فرمایا اور کارپردازان ادارہ اور وفد کو خوب دعاؤں سے نوازہ۔

بقیہ: ....

وجہ سے بالخصوص پڑھا لکھا طبقہ امام احمد رضا سے بدظن ہو گیا ہے۔ لہٰذا ایسے ماحول میں صحت مند مواد کے ساتھ آپ سے متعلق لٹریچر کا شائع کیا جانا ضروری ہے اور "افکار رضا" کو پڑھنے کے بعد اس مسرت افزا خیال کے اظہار کو دل بے قرار ہے کہ یہ فریضۂ عظیم "افکار رضا" بخیر و خوبی انجام دے گا۔

اخبار رضا

○ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی پر حکومت ہند نے ۳۱ دسمبر ۹۵ء کو ایک ڈاک ٹکٹ جاری کیا ہے ○ بمبئی یونیورسٹی (بمبئی) سے سید عارف علی رضوی (کلیان) "مولانا احمد رضا خاں کا اردو کے اصلاحی ادب میں حصہ" کے موضوع پر پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔ ○ پشاور یونیورسٹی۔ پشاور (پاکستان) سے فیض الحسن فیضی "امام احمد رضا کی عربی خدمات" کے عنوان سے ایم فل کا مقالہ تحریر کر رہے ہیں۔ ○ مصری نژاد حازم محمد احمد المصری، پنجاب یونیورسٹی، لاہور کے شعبہ عربی سے "امام احمد رضا کی عربی شاعری کے حوالے سے عربی میں ایم فل کا مقالہ تیار کر رہے ہیں ○ ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور نے "کنزالایمان" اور "بہار شریعت" دونوں کو کمپیوٹرائز کر کے شائع کیا ہے۔ ○ المجمع المصباحی، مبارک پور، اعظم گڑھ سے مندرجہ ذیل کتابیں شائع ہوئیں ہیں۔ "اسلام اور ہندوستان" از مولانا سید نعیم الدین مراد آبادی۔ "تبرکات کے آداب و فضائل" از امام احمد رضا بریلوی۔ "زندہ جاوید خوشبوئیں" از عبدالحکیم شرف قادری۔ "عشق رضا کی سرفرازیاں" از مولانا مبارک حسین مصباحی۔ "پیام سیرت" از مولانا مبارک حسین مصباحی۔ "انوار مخدوم ملت" از مولانا انوار الحق سلامی۔ "بول کہ لب آزاد ہیں تیرے" از ڈاکٹر اقبال احمد اختر القادری ○ قادری کتاب گھر۔ اسلامیہ مارکیٹ۔ بریلی نے "امام احمد رضا محدث بریلوی" از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد شائع کر دی ہے۔ ○ مکتبہ رفاہ عام، نزد درگاہ حضرت خواجہ بندہ نواز، گلبرگہ شریف نے "شرح حدائق بخشش" (پہلی جلد) از قلم علامہ محمد فیض احمد اویسی (پاکستان) شائع کر دی ہ۔ ○ مولانا مبارک حسین خاں نعیمی نے ۲۷۲ / ۳۴، رضا جامع مسجد، گجانن کالونی، گوونڈی بمبئی ۴۳ سے ماہنامہ "صدر الافاضل جدید" جاری کیا ہے جو حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ کی خدمت دین متین و دیگر کارہائے نمایاں مسلک اعلیٰ حضرت کو عوام تک پہنچائے گا۔ ○ رضوی دار الاشاعت، محلہ سوداگراں، بریلی شریف نے "وقف بورڈ اور تنظیم ائمہ" از مفتی محمد مطیع الرحمن رضوی مظفر پوری نے شائع کر دی ہے ○ پروفیسر ڈاکٹر اللہ بخش کی انگریزی کتاب "The Ahle Sunnat Movement In British India (1880 - 1921)" اسلامک پراپگیشن سینٹر لاہور نے شائع کی ہے۔ اس کتاب میں برصغیر میں علماء و مشائخ کی دینی جدوجہد زیر اثر امام اہل سنت امام احمد رضا

خاں بریلوی کے تاریخی واقعات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ ○ "تنظیم نوجوانان اہل سنت" پاکستان نے ملک العلماء مولانا ظفر الدین بہاری کی کتاب "نصرۃ الاصحاب باقسام ایصال ثواب" شائع کردی ہے۔ ○ مضامین القرآن فی کنزالایمان" از عالم فقری مکتبہ شبیر برادرز لاہور پاکستان سے شائع ہو گئی ہے۔ ○ ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی کا سالانہ مجلہ "معارف رضا" ۱۹۹۵ چھپ گیا ہے۔ ○ رضا اکیڈمی، اسٹاک پورٹ، انگلینڈ نے " Islamic Concept of Tawheed and Risalat از امام احمد رضا خاں بریلوی انگریزی میں شائع کی ہے جس کا ترجمہ ڈاکٹر محمد رضا صاحب سکریٹری مجلس علماء برطانیہ نے کیا ہے۔ ○ "سلام رضا" کا انگریزی ترجمہ جسے مشہور اسکالر پروفیسر جی، ڈی قریشی نے کیا ہے۔ رضا اکیڈمی۔ اسٹاک پورٹ، برطانیہ سے چھپ گیا ہے۔ ڈاکٹر قریشی حدائق بخشش کے کئی حصوں کا انگریزی میں ترجمہ کر کے چھپوا چکے ہیں۔ ○ ادارہ افکار حق (بہار) نے پروفیسر محمد مسعود احمد کی تصنیف "علم غیب" کا انگریزی ترجمہ " The Knowledge of the Unseen" چھپوا کر مفت تقسیم کیا ہے۔ ○ آل انڈیا تبلیغ سیرت حبیب منزل، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، بمبئی نے مولانا وارث جمال قادری کی تصنیف "عربی مدارس اور جدید عصری تقاضے" شائع کردی ہے۔

○ مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری۔ ریسرچ اسکالر میسور یونیورسٹی۔ جامع مسجد۔ جے ایم روڈ، چکمگلور، مودگیر۔ کرناٹک ۵۷۷۱۳۲ کی زیر ادارت ایک نئے ماہنامہ "قیادت" کا اجرا ہوا ہے۔ ○ علامہ ارشد القادری کی تصنیف "دعوت انصاف" کا ہندی ترجمہ جناب محمد علی رضا قادری، رکن تحریک فکر رضا نے کر دیا ہے۔ انشاء اللہ عن قریب شائع ہو جائے گی۔

التجاء بجناب غوث اعظم رضی اللہ عنہ

تورے دکھین کو ترسے جیارا یا عبدالقادر جیلانی
کاہو بدموہے درس دکھا یا عبدالقادر جیلانی

بے اوگھٹ گھاٹ موری نیا یا عبدالقادر جیلانی
کرپا سے اپنی پار لگا یا عبدالقادر جیلانی

اے مظہر کل فانی فی اللہ اے فیض اتم باقی باللہ
یہ شان ہے تیری اللہ اللہ یا عبدالقادر جیلانی

وہ مدبھری صورت رس بھری انکھیاں زہر بنی اے حق کے ولی
مجھو پینے میں موہے درس دکھا یا عبدالقادر جیلانی

صورت علوی سیرت نبوی اللہ جمیل کے مظہر
ہے لیس کمثلہ چہرہ تیرا یا عبدالقادر جیلانی

تن من دھن سب وارت ہوں اب سارو سہاگ تہاتے ہوں
شیئاً للہ کی جپوں مالا یا عبدالقادر جیلانی

اے لیس کمثلہ کے مظہر شاہ رسل کے ہو نورِ نظر
اے نور انا من نور اللہ یا عبدالقادر جیلانی

نیناں ترست ہے درسن کو تورے اب دکھ کی کتھا یہ سن لو
اب دور کرو موری بپتا یا عبدالقادر جیلانی

تم مظہر شاہ رسالت ہو تم معدن جود و سخاوت ہو
کیوں نہ کہوں شیئاً للہ یا عبدالقادر جیلانی

چھائے غم کے کالے بدرا اور برست ہے دکھ کی برسا
بھیج نہ جاوے موری چنریا یا عبدالقادر جیلانی

تورے چرنن بیس نواوت ہوں اور نین نیر بہاوت ہوں
سن ارج رضا کی ان داتا یا عبدالقادر جیلانی

امام الکلام امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

تحریکِ فکرِ رضا

ہمارے مقاصد:

- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
- علمائے اہلِ سُنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں دِن رات کوشاں رہنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
- امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
- اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
- ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔

فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مددگار ہوگا۔